عمران سیریز

سائلنٹ مشن

ملک فرخ ندیم

آپ سے باتیں

السلام علیکم

جناب ابن صفی اور اس کے بعد جناب مظہر کلیم صاحب کے ناولز تو آپ پڑھتے رہے ہوں گے۔ ابن صفی صاحب کی وفات کے بعد ان سے پیدا ہونے والا خلا تو آج تک کوئی بھر نہ سکا لیکن بالکل اسی میدان میں جب جناب مظہر کلیم ایم اے صاحب آئے تو انہوں نے ان شہرہ آفاق کردار کو ایک نئی جہت دی۔ ابن صفی کو

پڑھ چکنے کے بعد اُن کے کئی فینز اس بات کے سخت خلاف ہو گئے کہ ان شہرہ آفاق کرداروں پر کوئی دوسرا طبع آزمائی کرے۔ لیکن کچھ ایسے جدت پسند بھی تھے جو چاہتے تھے کہ یہ آنگن سدا شاداب رہے اور مظہر کلیم کی صورت میں انہیں بالکل ہٹ کر ایک نیا مزاملا۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک مارکیٹ میں ان کا سکہ رائج ہو گیا۔ اس دوران بہیترے لوگ آئے جن میں سے کچھ تو نہایت زبردست ناولز دے گئے اور کئی بلکہ اسی فیصد نے عمران سیریز کے کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ بیسویں صدی کے آغاز پر جب دنیا میں ٹیکنالوجی کا دور دورہ ہوا تو چند نئے مصنفین آئے۔ ہمیشہ کی طرح عمران سیریز کے ناولز عریانیت سے پاک تو ٹھہرے مگر جدید ترین آلات کے استعمالات نے اس میدان کو ٹیمپو کو بھی تیز ترین کر دیا۔ اس میں ماضی کے برعکس تنظیموں اور مشنز کے دوران آلات بازی

بڑھ گئی اور کرداروں پر یکسانیت کی دبیز تہہ چڑھنا شروع ہو گئی۔ جو اس میدان کے لیے خاصی ہلاکت خیز تھی۔ ابھی تک پاکستان اور دنیا بھر میں اردو ناولز کو خاص طور پر عمران سیریز کو پڑھنے والے بے شمار ہیں۔ پبلشرز حضرات اگر قاری کو خود سے اور کتابوں سے جوڑے رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں ناول کے پلاٹ پر خاص دھیان دینا ہو گا۔ پچھلے ایک عشرے سے جاری ناولوں کے پلاٹ اور واقعات پر طاری جمود کو ختم کرنے کے لیے از سر نو کوشش کرنی چاہیے۔ مصنفین قارئین کی دلبستگی کے لیے دوبارہ سے اسی معیار کی کہانیاں لکھنا شروع کریں جیسا کہ اس سے پیشتر ان کے پیش رو پیش کرتے رہے ہیں۔ ابن صفی صاحب نے تو ایک بنجر زمین زرخیز کر کے دے دی تھی اب مصنفین کا کام ہے کہ وہ محنت سے اس پر کام کر کے ان فصلوں کی پیداوار بڑھائیں نا کہ پہلی باری کو آخری سمجھ کر فصلیں ہی

کاٹ دیں اور بعد میں پچھتانے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے۔ میں نے پہلا ناول جناب مظہر کلیم ایم اے صاحب سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا ہے اور آپ سب کی آراء پڑھ کر اس کے دوسرے حصے کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کروں گا۔ اب اجازت چاہوں گا اس امید کے ساتھ کہ عمران سیریز خزانہ کے ایڈمن کی حوصلہ افزائی نے ایک نئی روح پھونک دی ہے قلم میں اور میں اپنی طرف سے اس کو مزید بہتر کرنے کی کوشش کرونگا۔

اللہ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو

والسلام

آپ کی آراء کا منتظر

فرخ ملک

ان تمام لوگوں کا بہت بہت شکریہ جنھوں نے اس ناول کو پسند کیا اور اسے سپورٹ کیا۔ ان میں سید فہد حسینی، یاسر حسنین، ظہیر شیخ، محمد اکبر، وسیم قادر قریشی، ثاقب آرایں، عبدالرشید، عین الاسد، آزان خان، غلام یاسین نوناری، وریشہ اے جے، تبریز احمد، شرجیل احمد چودھری، محمد سلمان قادر، ثمر ملک، وفادار حسین، ظاہر حسین، محمد رفیق، سید حمزہ حسینی، عمر سید، غلام مرتضی، مرزا حاکم بیگ اور جناب مصور الیاس صاحب شامل ہیں۔

پیش کش : بلیک زیرو

پروفیسر اسماعیل اس وقت اپنی لیب میں ایک تجربے میں بری طرح مصروف تھے۔ یہ تجربہ وہ پچھلے دو سال سے بلاناغہ روزانہ کی بنیاد پر کام کر رہے تھے ۔ اس وقت ان کا کام تقریباً مکمل ہونے کے قریب تھا۔ ایک سائیڈ پر ان کا اسسٹنٹ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ یہ ایک خوبصورت نوجوان تھا جس کی ذہانت کو جانچ کر پروفیسر صاحب نے اپنا اسسٹنٹ بنا لیا تھا۔ پروفیسر صاحب ایک سائنسدان تھے اور یہ اُنکی پرائیویٹ لیبارٹری تھی۔ حکومت نے تو کافی کوشش کی تھی کہ پروفیسر اسماعیل کو اعلیٰ درجے کی ایک لیبارٹری بنا کر دینے کی لیکن پروفیسر صاحب نے منع کر دیا تھا کیونکہ پروفیسر اسماعیل کے والد صاحب کی کئی ہزار ایکڑ زرعی زمین تھی اور اُنکی ماہانہ آمدن کروڑوں میں تھی اور انکی وفات کے بعد

پروفیسر صاحب جو اس وقت وینس کی ایک سائنس یونیورسٹی میں پڑھا رہے تھے وہاں سے چھوڑ کر وطن آنا پڑا اور پھر اپنی پیشہ ورانہ طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی ایک ذاتی لیبارٹری بنالی اور دن رات اس میں کام کرنے لگے ۔ انہوں نے نوع انسانی کی آسانی کے لئے کئی اقسام کی ایجادات کی تھیں اور اُن کو حکومت وقت کو وقف کر دیتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ ہر آنے والی حکومت اُن کا احترام کرتی تھی ۔

اچانک پروفیسر کے منہ سے ایک قلقاری نما قہقہہ نکلا اور اسسٹنٹ دوڑ کر ان کے پاس پہنچا ۔

کیا ہوا پروفیسر !!!

نوجوان نے بے تابی سے پوچھا ۔

شکیل ہم کامیاب ہو گئے!!!اب ہماری قوم کبھی بجلی کو نہیں ترسے گی، آخر کار میں نے آٹو الیکٹرک چارج میٹر بنا لیا ہے جو کسی بھی قسم کی روشنی سے چارج ہو کر چاہے وہ سورج کی روشنی ہو یا مصنوعی لائٹ اس کی روشنی میں یہ میٹر چارج ہو کر خود بخود بجلی پیدا کر کے اسے سٹور کرنے کی بھی خاصیت رکھتا ہے اور شکیل یہ میٹر کم از کم تین دن تک ایک گھر کی الیکٹرک ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تم جلدی سے فون اٹھا لاؤ میں ابھی یہ خوشخبری صدر صاحب کو دیتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ دوبارہ اس چار انچ کی ڈیوائس کی طرف متوجہ ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی ڈیٹیل ایک ہرے سبز رنگ کی نوٹ بک پر بھی تحریر کرتے جاتے تھے۔ اچانک وہ چونک اٹھے اور مڑ کر دیکھا تو اسسٹنٹ وہیں کھڑا تھا اور

اُن کی طرف عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

شکیل تم گئے نہیں۔۔۔۔کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟

پروفیسر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے تو ایک ہی بات سنی ہے پروفیسر اور تب سے ایک ہی بات سوچ رہا ہوں۔

شکیل نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

کون سی بات؟

پروفیسر نے حیران ہو کر پوچھا۔

یہ۔!!!

اچانک شکیل نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک آلہ پروفیسر کے پیٹ میں گھونپ دیا۔

یہ تم نے کیا کیا۔؟

تکلیف کی شدت سے ان کے منہ سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے تھے اس کے ساتھ ہی وہ لہرا کر گرے اور چند لمحے تک تڑپتے رہے پھر ساکت ہو گئے جبکہ شکیل نامی نوجوان نے وہ الیکٹرک چپ اٹھائی اور سبز رنگ کی ڈائری کو بھی جیب میں ڈالا اور لیبارٹری میں ایک سائیڈ پر پڑے محلول کی ایک بوتل کو فرش پر پٹخ دیا اور جیب سے ایک لائٹر نکالا اور آخری بار لیبارٹری پر نظر ڈال کر جلتا ہوا لائٹر اس محلول پر پھینک کر تیزی سے باہر نکلتا گیا جبکہ لائٹر کے گرتے ہی چٹک کی آواز کے ساتھ ہی آگ بھڑک اٹھی اور ہر طرف پھیلتی گئی۔ ایسے میں پروفیسر کے ساکت بدن میں حرکت ہوئی اور انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور آہستہ آہستہ

ایک طرف رینگنے لگے اور ایک طرف بنے ایک باکس کو کھولا اتنے میں آگ کے لپیٹے اُن کے قریب بس پہنچنے کو ہی تھے انہوں نے لکڑی کے ایک باکس میں پڑے ایک کاغذ کو جلدی سے منہ میں ڈال لیا۔ عین اسی وقت آگ کے شعلے اُن کے قریب پہنچ گئے اور دوسرے ہی پل وہ آگ کے شعلوں میں گھر چکے تھے مگر عجیب بات تھی کہ ان کے منہ سے نہ تو کوئی چیخ نکل سکی اور نہ ہی درد کی شدت سے اُن کا منہ ہی کھلا۔ اِس کے بر عکس اُن کے چہرے پر عجیب قسم کا اطمینان تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہر طرف آگ ہی آگ پھیلتی گئی۔۔۔

****

ٹپ ٹاپ نائٹ کلب اس وقت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لہراتے ہوئے رنگ برنگے آنچلوں، مختلف خوشبوئیں اور حسین چہروں نے ہال میں کسی میلے کا سا سماں پیدا

کیا ہوا تھا۔ سردی کی شدت سے ٹپ ٹاپ کی رونقوں پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔ شہر کے مشہور بزنس مین سیٹھ طارق محمود نے اپنی شادی کی تیسری سالگرہ پر شہر بھر کے معززین اور احکام کو ٹپ ٹاپ میں پارٹی دی تھی۔ ٹپ ٹاپ کے دونوں ہال بُک تھے اور داخلہ صرف مہمانوں کے لئے ہی مخصوص تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بارہ بجنے کے باوجود ہال کی رونق اور رنگینی پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔ ہال میں ایک میز پر اس وقت کیپٹن فیاض اور احمقِ اعظم علی عمران بھی موجود تھے۔ اور دونوں میں اس وقت کسی بات پر تکرار ہو رہی تھی۔

دیکھو میرا کہا مانو تو شادی کر ڈالو ہو سکتا ہے رحمان صاحب تمہیں معاف کر دیں فیاض کہہ رہا تھا۔

سوپر فیاض، کیا تم میرا جنازہ اٹھتا دیکھ سکو گے۔؟

عمران نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا۔

آخر تم شادی سے اتنا گھبراتے کیوں ہو۔ ؟

فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

میں سی بی آئی کا سپرٹینڈنٹ نہیں ہوں جو روز روز نئی سیکرٹریاں بدل کر بیوی سے انتقام لے سکوں۔ !!!

عمران نے طنزیہ لہجے میں فیاض پر چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

بہت سور ہو تم کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہو۔

فیاض نے جھینپتے ہوئے کہا۔

نہیں بتاؤ اگر مجھے بھی تمہاری جیسی بیوی ملی تو میں کیا کروں گا۔ ؟

عمران نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

جس لڑکی سے تمہاری شادی کی بات چیت ہو رہی ہے وہ بہت خوبصورت، ویل ایجوکیٹڈ اور براڈ مائینڈڈ ہے اور تو اور وہ بہت امیر باپ کی بیٹی ہے۔

فیاض نے جرح کے سے انداز میں بتاتے ہوئے کہا۔

مگر میں کسی غریب کی بیٹی سے بھی شادی کرنے کا نہیں سوچ رہا مائی ڈئیر سوئپر۔

عمران منہ بسور کر بولا۔

کیوں اسی کی کوئی تو وجہ بھی ہو گی۔؟

فیاض نے اس بار جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

آخر تم میں کس چیز کی کمی ہے۔؟

دل کی۔

عمران نے مسکرا کر کہا۔

میرے سینے میں شادی والا دل ہی نہیں ہے۔

کیا تم بیمار ہو۔؟

فیاض نے چونک کر پوچھا۔

ہاں میں بیمار ہوں۔ صبح و شام چکر آتے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے نیلے پیلے سورج رقص کرتے پھرتے ہیں۔ دور کی چیزیں قریب اور قریب کی چیزیں دور نظر آتیں ہیں۔ بتاؤ ایسے میں میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں۔؟

عمران نے لہجے کو غمگین بناتے ہوئے کہا۔

دیکھو عمران۔

فیاض نے کچھ کہنا چاہا مگر عمران نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

دکھاؤ جانِ عمران۔

اماں بی اور رحمان صاحب اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ثریا کی شادی بھی ہو چکی ہے وہ بھی تم سے پانچ سال چھوٹی ہے اور اس کے تین بچے ہو گئے ہیں۔ ایسی صورت میں تم خود سوچو کیا اماں بی کو بہو اور پوتوں کی تمنا نہیں ہو گی۔ کیا رحمان صاحب پوتے کو گود میں اٹھانے کی خواہش نہیں رکھتے ہوں گے۔؟

ہو گی۔ ہو گی۔۔۔ ضرور ہو گی۔

عمران نے بڑے پر خلوص انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اب اگر تم شادی نہیں کروگے تو بتاؤ ان کی تمنا کیسے پوری ہوگی ۔ ؟

فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا ۔

اگر شادی کے بعد بھی پوتا نہ ہوا تو تمنا کیسے پوری ہوگی ۔ ؟

میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا ۔ !!!

فیاض نے غراتے ہوئے کہا ۔

بات کمزور اور طاقتور کی نہیں ہوتی ۔ میں نے تنکے جیسوں کو درجن بھر بچوں اور ہاتھی جیسوں کو ڈاکٹروں کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے دیکھا ہے ۔

عمران نے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

تو تم شادی نہیں کرنا چاہتے ۔ ؟

فیاض نے مایوسیانہ لہجے میں کہا۔

خدا کے غضب سے ڈرو سوئپر میں نے یہ کب کہا ہے۔؟

عمران نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ چنگیزی خون جوش میں آجائے اور میری کھاٹ کھڑی ہو جائے۔؟

اوہو۔!!!

فیاض نے خوشی سے بھرپور لہجے میں تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

کیا تم شادی پر راضی ہو۔؟

لاحول ولاقوۃ۔۔۔یہ میں نے کب کہا۔؟

تمہاری کوئی کِل سیدھی بھی ہے۔؟

فیاض اس بار سچ مچ جھلا گیا تھا۔

اس میں کِل اور بے کِل کا کیا سوال۔؟

عمران نے بدستور اُسی لہجے میں جواب دیا۔

جہنم میں جاؤ تم۔!!!

فیاض اس بار ناراض ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

تمہیں تو رحمان صاحب ہی ٹھیک کر سکتے ہیں۔

تو کیا اس بار ٹھیک کرنے کا ٹھیکا تم نے لے رکھا تھا۔؟

عمران نے معصومیت بھرے لہجے میں کہا تو فیاض ہنس پڑا اور دوبارہ بیٹھتے

ہوئے بولا۔

بچُو اس بار تمہاری ساری اکڑفوں نکل جائے گی کیونکہ رحمان صاحب نے بھی ان دوماہ میں تمہاری شادی کرنے کی ٹھان لی ہے۔ میں دیکھوں گا تم کب تک انکار کرتے ہو۔ !!!

فیاض نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ خیال میں عمران کو سہرا باندھتے دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت اُنکی میز کے قریب سے ایک بہت خوبصورت اور پُرشباب لڑکی گزری تو فیاض چونک اٹھا اور تیزی سے کھڑا ہو کر لڑکی کی طرف رُخ کرتے ہوئے بولا۔

مس تنویر جہاں۔

لڑکی آواز سن کر ٹھٹھک گئی ۔ چند لمحے وہ دونوں کو گھورتی رہی پھر بولی ۔

جی فرمایئے ۔ میں آپ کو پہچان نہیں سکی ۔

مجھے سپرنٹنڈنٹ فیاض کہتے ہیں مس تنویر ۔

فیاض نے قدرے فخریہ لہجے میں تعارف کرواتے ہوئے کہا ۔

خوشی ہوئی مل کر ۔

لڑکی نے فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے رسماً کہا

ویسے اُس کی نظریں عمران پر چپکی تھیں جو یوں شرما رہا تھا جیسے نئی نویلی دلہن !!!

آپ اِن کو نہیں جانتی ۔ ؟

فیاض نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

جی نہیں ۔

لڑکی نے انکار میں سر ہلا دیا ۔

یہ آپ کے ہونے والے منگیتر ہیں ۔ مسٹر علی عمران ۔

فیاض نے تعارف کروایا ۔

اوہ ۔ ۔ ۔ یہ عمران صاحب ہیں ۔ ۔ رحمان انکل کے بیٹے ۔ !!!

لڑکی نے اِس بار چونک کر عمران کو دیکھتے ہوئے کہا جس کے چہرے پر حماقت کی گہری تہیں نمودار ہو چکی تھیں ۔

جی ہاں ۔

فیاض نے تائید میں سر ہلایا

گلیڈ ٹو میٹ یو۔ !!!

لڑکی نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

مم۔۔یو۔۔مم۔۔ممی۔۔

عمران ہکلا کر رہ گیا۔اِس کا چہرہ شرم کے مارے قندھاری انار کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور کانوں کی لوئیں تک انگارہ ہو رہی تھی۔لڑکی جس کا نام تنویر جہاں تھا نے بڑی حیرت سے عمران کا چہرہ دیکھا پھر جھینپ کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

تشریف رکھیے ناں۔

فیاض نے کہا۔

اوہ ہاں۔

تنویر جہاں نے چونکتے ہوئے کہا۔

اُس کی نظریں بدستور عمران پر تھی۔ پھر وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی

اِن کی ظاہری اداکاری پر مت جائے مس تنویر۔

فیاض نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

یہ ایک خفیہ ایجنسی سے منسلک ہیں۔ اوران کے کارنامے توپوری دنیا میں مشہور ہیں۔!!!

اوہ۔!!!

لڑکی کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اب وہ بے حد شوخ اور کھلنڈری نظر آ رہی تھی۔

اگر بُرا نہ منائیں تو میری کچھ سہیلیاں میرا انتظار کر رہیں ہیں کیا میں انہیں یہاں مدعو کر لوں ۔ ؟ وہ عمران صاحب سے مل کو بہت خوش ہوں گی ۔

تنویر جہاں نے لجاجت بھرے انداز میں کہا ۔

اوہ کیوں نہیں مس ۔

کیپٹن فیاض نے خوشی سے باچھیں پھیلاتے ہوئے کہا تو اُس نے قریب ہی گروپ کی شکل میں بیٹھی لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب کی سب کرسیاں اٹھا کر اسی میز کے ارد گرد آ کر بیٹھ گئیں ۔ عمران کے چہرے پر اور بھی زیادہ ہوائیاں اڑنے لگیں تھیں اور ایسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے اب وہ میز کے نیچے ہی گھُسنے والا ہے ۔

یہ نزہت ، فرزانہ ، قیصرہ روبی اور ثنا ہیں ۔

مس تنویر نے تعارف کرواتے ہوئے کہا اور پھر لڑکیوں کی طرف رُخ کر کے بولی ۔

یہ مسٹر عمران ہیں انکل رحمان کے بیٹے اور میرے ہونے والے منگیتر ۔ !!!

او ۔ ۔ ۔ ۔ اوہ ۔ ۔

ایک ساتھ کئی آوازیں ابھری اور عمران !!! ۔ اُس کا سر میز سے جا ٹِکا تھا اور ہاتھ بڑی تیزی سے ٹائی کو انگلیوں پر لپیٹ رہے تھے ۔

ارے یہ تو شرما رہے ہیں ۔

ثنا نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

شرما نہیں رہے بلکہ شرمانے کی ایکٹنگ کر رہے ہیں

نزہت نے اٹھلاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر عمران کے سر پر ہاتھ پھیر کر سبھی کو آنکھ مارتے ہوئے مزید گویا ہوئی

نئے دلہا کو اس طرح پریشان نہیں کرتے۔

جج جی ہاں آنٹی۔۔آپ ہی انہیں سمجھا یئے۔

عمران نے اسی طرح شرماتے ہوئے کہا تو قہقہوں کا طوفان ابل پڑا اور نزہت صاحبہ کھسیاتے ہوئے واپس اپنی کرسی پر بیٹھ چکی تھیں۔

آپ منہ تو اوپر رکھیں ناں ہم تو آپ کو دیکھ بھی نہیں پا رہیں۔

فرزانہ نے اس بار عمران کا منہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ عمران کا سر اٹھ ضرور گیا مگر

آنکھیں بند تھیں اور چہرہ لال سرخ۔!!!

اُن سب کے چہروں پر مسکراہٹ مچل رہی تھی اور حلق سے مزید قہقہے ابل پڑنے کو تیار۔

تنویر پیاری اپنے ڈیڈی سے کہنا کہ وہ تمہیں گھوڑے پر بٹھا کر بارات کی صورت رحمان صاحب کے گھر لے جائیں تاکہ مسٹر عمران کو وداع کر کے تمہارے گھر لایا جا سکے۔

دبے دبے قہقہے گونج اٹھے اور تنویر جہاں نے مسکرا کر کہا۔

ہائے عمران بتاؤ کب بارات لے کر آؤں۔؟

چچ۔۔۔چچ۔۔۔۔چلو ہٹو۔۔مت چھیڑو۔

عمران نے بڑے نزاکت بھرے لہجے میں کہا۔

مم۔۔مجے شش۔۔۔شش۔۔۔۔شش۔۔ارے وہ کیا کہتے ہیں اسے جو ایسے موقعے پر آجاتی ہے۔

عمران کی سوئی شش پر جا کر اٹک گئی۔

آپ شاید شرم کہنا چاہ رہے ہیں۔

اس بار قیصرہ نے کہا۔

ہاں تمہارے بچے جیویں۔!!!میں یہی کہنا چاہتا تھا۔

عمران نے اچھل پڑنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا تو قیصرہ کا چہرہ مارے خفت کے سرخ ہو گیا جبکہ بقیہ ایک بار پھر ہنس اٹھیں۔

اِن کی تو شادی بھی نہیں ہوئی عمران بھائی۔

اس بار خاموش بیٹھی چوتھی لڑکی روبی نے کہا۔

ہو جائے گی ہو جائے گی ان کی بھی شادی خانہ بربا۔۔ مم۔۔۔ میرا مطلب آبادی یہ چاہیں تو میرے دوست سے بھی شادی کر سکتی ہیں۔

عمران نے فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو قیصرہ کے ساتھ ساتھ فیاض بھی گھبرا گیا۔

اچھا ہم چلتے ہیں۔

اس بار قیصرہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تو سب لڑکیاں بھی کھڑی ہو گئیں۔

اچھا عمران ڈارلنگ ہم چلتے ہیں میں آج ہی ڈیڈی سے بات کر کے رحمان

صاحب کو اسی مہینے کی کوئی تاریخ مقرر کرواتی ہوں ۔ !!!

تنویر جہاں نے بھی اٹھتے ہوئے بے باک لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سب ایک طرف بڑھتی چلی گئیں ۔

فیاض کے چہرے پر اس وقت غصے کے آثار تھے اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا ایک ویٹر ایک ٹرے میں کارڈلیس فون لے کر اس کے پاس آیا اور بولا ۔

سر آپ کی کال ہے ۔

فیاض نے چونکتے ہوئے سیٹ اٹھایا اور بولا ۔

ہیلو کیپٹن فیاض بات کر رہا ہوں ۔

سر شاہین لیب میں واردات ہوئی ہے اور کسی نے پوری لیبارٹری کو آگ لگا دی

ہے ۔ اس وقت فائر برگیڈ کا عملہ آگ پر قابو پانے میں مصروف ہے ۔

شاہین لیب ۔ ۔ ۔ یہ وہی ہے ناں پروفیسر اسمٰعیل والی ۔

فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا تو عمران بھی چونک اٹھا ۔

یس سر اور یہاں اس وقت ڈائریکٹر صاحب خود تشریف فرما ہیں ۔

دوسری طرف سے اسی ماتحت کی مودبانہ آواز آئی تو فیاض چونک اٹھا ۔

سر رحمان وہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ٹھیک ہے میں آرہا ہوں ۔

اس نے فون سیٹ دوبارہ ٹرے میں رکھا اور عمران کی طرف مڑ کر بولا ۔

تم چلو گے ؟ کسی نے شاہین لیبارٹری کو آگ لگا دی ہے اور اس وقت سر رحمان بھی موقعہ واردات پر پہنچ چکے ہیں تو عمران سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس کے چہرے

پر سنجیدگی کی تہہ پھیل چکی تھی۔

کمپاؤنڈ میں فیاض کی جیپ اور عمران کی ٹوسیٹر ساتھ ساتھ ہی کھڑی تھیں۔

میرے ہمراہ چلوگے۔؟

نہیں تم آگے چلو میں پیچھے آؤں گا۔

تو فیاض نے ایک بار پھر سر ہلا دیا۔ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ جائے واردات پر عمران کے ساتھ نہ پہنچے۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے روانہ ہوئیں۔ عمران نے ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکالا اور جولیا کی فریکوئنسی ڈائل کی۔

ہیلو۔

دوسری طرف سے جولیا کی نیند بھری آواز سنائی دی۔

ایکسٹو۔ !!!

عمران نے ایکسٹو کے مخصوص بھرائے ہوئے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے جولیا کی مستعد آواز ابھری۔

یس سر۔

شاہین لیبارٹری کو آگ لگی ہوئی ہے۔ سی بی آئی کے ڈائریکٹر رحمان صاحب بھی وہاں بقلم خود موجود ہیں۔ صفدر اور خاور کو ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیج دو۔ آس پاس کسی بھی مشتبہ صورت حال پر بھی نظر رکھیں۔

شاہین لیبارٹری۔۔۔ غالباً یہ وہی ہے ناں جناب پروفیسر اسمٰعیل والی۔

جولیا نے دُہرایا۔

غالباً نہیں یقیناً ۔ !!!

عمران نے اس بار سرد لہجے میں کہا ۔

یس سر میں دونوں کو بھیج دیتی ہوں ۔

انہیں اپنے آپ کو مشکوک کئے بغیر کام کرنا ہوگا اس لئے میک اپ میں جانے کا کہنا اور صبح تک مجھے مکمل رپورٹ مل جانی چاہیے ۔ !!!

اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر بند کر کے دوبارہ ڈیش بورڈ میں رکھ دیا ۔ اسی وقت وہ لیبارٹری کی بلڈنگ کے قریب پہنچ گیا ۔

****

وقفے وقفے سے گونجتی فائر برگیڈ اور ایمبولینسز کے سائرن کی آوازوں نے عجیب

سی ماتمی فضا قائم کر رکھی تھی۔ شاہین لیبارٹری میں لگنے والی آگ پر چار گھنٹوں سے قابو پانے کی کوششیں اب بآور ہو رہی تھیں اور اب شاہین لیبارٹری جو کچھ دیر پہلے تک جناتی سائز شعلوں میں گھری ہوئی تھی وہاں اب اٹھتا دھواں فائر فائٹروں کی کامیابی کا غمازی تھا۔ ایک طرف سر رحمٰن سر داور کے ہمراہ کھڑے تھے۔ اُن کے چہرے ستے ہوئے تھے۔ سر داور تو خاص طور پر زیادہ غمگین تھے کیونکہ پروفیسر اسمٰعیل ان کے کلاس فیلو اور دوست بھی تھے۔ اُن کی ہر نئی ایجاد سر داور کے لئے بھی باعثِ فخر ہوتی تھی۔ پروفیسر اسمٰعیل کو شاہین لیبارٹری بنانے کی ترغیب دینے والے سر داور ہی تھے۔ اب فائر برگیڈ کا عملہ لیبارٹری میں داخل ہو چکا تھا۔ اس وقت پارکنگ سے عمران نمودار ہوا۔ سر رحمٰن اس وقت تک ایک وفاقی وزیر کی طرف بڑھ چکے تھے۔ سر داور نے عمران کو دیکھتے

ہی اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ چند لمحے بعد وہ عمران سے گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت لیبارٹری کے اندر جانے والے چند اہلکار ایک جلی ہوئی سوختہ لاش لے کر نمودار ہوئے تو سبھی اس طرف بڑھ گئے جن میں عمران بھی شامل تھا۔ فیاض بھی جو ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا اپنے عملے کے ساتھ لاش کے معائنے میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ مرنے والے پروفیسر اسمٰعیل ہی تھے جبکہ اُن کے پیٹ میں گھسا ایک نشتر نما آلہ بھی ایک رومال میں لپیٹ کر نکال لیا گیا تھا۔ عمران نے لاش پر نظر ڈالی تو چونک اٹھا ۔اُس نے فوراً ایک انسپکٹر سے رومال لیا اور لاش کے سرہانے بیٹھ کر اس کے دانتوں کو بھینچ کر کھولا اور اس میں پھنسا ایک کاغذ نکال لیا۔ کاغذ سے عجیب بو آ رہی تھی۔ شاید کوئی کیمکل لگا ہوا تھا جس نے کاغذ کو آگ لگنے سے محفوظ رکھا

تھا۔ عمران نے کاغذ کو کھول کر دیکھا تو اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔۔۔

****

صفدر کال ملتے ہی لیبارٹری پہنچ گیا تھا اور اس وقت جب وہاں مختلف آفیسرز کھڑے تھے وہ بھی ایک طرف کھڑا ہو کر اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ آفیسر میں عمران بھی سر سلطان کے پاس کھڑا تھا اور اُس کے چہرے پر خاصی سنجیدگی تھی۔ اسی وقت صفدر نے ایک طرف کھڑی ایک غیر ملکی میڈیا کی رپورٹر کو ایک مخصوص اشارہ کرتے دیکھا۔ صفدر نے فوراً گردن گھما کر دیکھا تو اُسے وہ غیر ملکی بھی نظر آ گیا جس نے جیب سے ایک ریوالور نکال لیا تھا اور پھر اس نے عمران کا نشانہ لے لیا جو اس وقت سر سلطان سے ہٹ کر کیپٹن فیاض کے ساتھ کھڑا ہو

گیا۔ اس سے پہلے کہ صفدر عمران کو خبر دار کرتا۔ گولی چلنے کی آواز آئی اور صفدر نے عمران کو گرتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی بھگدڑ سی مچ گئی اور صفدر عمران کو چھوڑ کر اس غیر ملکی کے پیچھے لپکا جو وہاں سے بھگدڑ کا فائدہ اٹھا کر نکل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد صفدر اپنی موٹر سائیکل پر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

****

صفدر کو چونکتے دیکھ کر عمران نے بھی اسی طرف دیکھا تھا جس طرف صفدر دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے بجلی سی تیزی سے خود کو گرا دیا اور ایک زوردار چیخ بھی مار دی۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی اور لیٹے لیٹے عمران نے اس غیر ملکی کو بھاگتے دیکھا جس نے اس پر گولی چلائی تھی۔ عمران نے صفدر کی طرف دیکھا تو وہ بھی اس کے پیچھے بڑھ چکا تھا۔ عمران نے دل ہی دل میں صفدر کو داد دی۔ ادھر کیپٹن

فیاض بوکھلا کر عمران کی طرف بڑھا اور جیسے ہی وہ عمران کو دیکھنے کے لیے جھکا عمران اٹھ کھڑا ہوا اور نتیجتاً اس کا سر کیپٹن فیاض کی ناک سے ٹکرایا اور وہ اوغ کی آواز نکال کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

تم۔۔۔ تم ٹھیک ہو۔؟

سر سلطان نے بے تابی سے عمران کو پوچھا۔

ان کے چہرے پر ہراس پھیل گیا تھا۔ انہوں نے عمران کو گرتے دیکھ کر یہی سمجھا کہ شاید عمران کو گولی لگی۔ جبکہ سر رحمان بھی ان کے پیچھے ہی لپکے تھے مگر عمران کو اٹھتے دیکھ کر وہ خاموش کھڑے رہ گئے۔ عمران نے خود کو ٹٹولنا شروع کر دیا تو سر سلطان بے اختیار پوچھ بیٹھے۔

کیا ہوا۔ ؟

نن۔۔۔ نہیں مم میں وہ گولی ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔ کافی دنوں سے کھائی نہیں ہے ناں۔

عمران نے حماقت بھرے لہجے میں کہا تو آس پاس کھڑے پولیس والے بے اختیار ہنس پڑے۔

شٹ اپ۔۔۔ تمہیں ذرا بھی تمیز نہیں کہ یہاں پر کتنا نقصان ہو چکا ہے ملک کا اور تم !!!

سر رحمان نے غصے سے جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

****

رات کا وقت تھا اور صحرائے اعظم میں ہیبت ناک خاموشی کا راج تھا۔ اچانک فضا میں کہیں دور سے ایک جیپ کے چلنے کی آواز کا ارتعاش پیدا ہوا شروع ہو گیا اور جلد ہی دور سے ایک جیپ کی ہیڈ لائٹس کی مدھم روشنی چمکنے لگیا ور رفتہ رفتہ قریب آنے لگی اور جلد ہی جیپ ایک ٹیلے کے قریب آ کر رُک گئی اور اس میں سے ایک سیاہ پوش باہر نکلا جس نے کاندھے پر ایک گٹھری نما چیز جیپ سے نکال کر ڈال لی تھی جبکہ جیپ دوبارہ اسٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئی تھی۔ ادھر سیاہ پوش نے ٹیلے کے پاس آ کر پاؤں سے تین بار زمین پر ٹھوکر ماری تو ٹیلا درمیان سے پھٹ گیا اور سیڑھیوں کا ایک سلسلہ نمودار ہو گیا جو کافی نیچے تک چلا گیا تھا۔ سیاہ پوش نے جیسے ہی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا سرسراہٹ کی آواز آئی اور دو کام ہوئے ایک ٹیلہ پہلے کی سی حالت میں آ گیا تھا جبکہ سیڑھیاں خود کار طریقے سے

نیچے کی جانب چلنے لگیں۔ اور پھر اُن کا اختتام ایک سرخ رنگ کی دیوار کے پاس جا کر ہوا۔ جیسے ہی سیڑھیوں کی حرکت رکی دیوار میں ایک خلا بن گیا جس کے دوسری جانب ایک طویل راہداری نظر آنے لگی۔ سیاہ پوش راہداری میں چلنے لگا اور پھر ایک سائیڈ پر بنے ایک دروازے کے سامنے رک گیا اور ایک ہاتھ سے ہلکی سی دستک دی۔

یس۔

اندر سے ایک کھڑکھڑاتی ہوئی ایک آواز آئی۔

جونسن آیا ہوں ڈاکٹر۔

سیاہ پوش نے مودبانہ انداز میں کہا تو دروازہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی سیاہ پوش اندر داخل ہوگیا۔ سامنے ہی ایک کرسی پر ایک بوڑھا بیٹھا تھا جس کے سر کے بال

برف کی طرح سفید تھے جبکہ ایک سائیڈ پر ایک سٹریچر نما بیڈ پڑا تھا جس کے سرہانے ایک عجیب و غریب کمپیوٹر نما مشین منسلک تھی۔

لے آئے ہو لاش۔؟

بوڑھے نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا

یس ڈاکٹر۔

سیاہ پوش نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

ٹھیک ہے اِسے بیڈ پر لٹا دو۔ تو سیاہ پوش نے گٹھری جو کہ کرنل بالڈون کی لاش تھی وہی کرنل بالڈون جس نے علی عمران کو چیلنج کیا تھا اور پھر پوری دنیا میں دیکھے جانے والے اس مقابلے میں عمران کے ہاتھوں مارا گیا تھا اب ایک لاش

کی صورت بیڈ پر پڑا تھا۔

کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔ ؟

بوڑھے نے پوچھا۔

نہیں جناب عالیٰ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا گیا ہے۔ جیسے ہی مقابلہ ختم ہوا عمران اور اُس کے ساتھیوں نے صدر اور وزیر اعظم کو نشانے پر رکھا تو سب کا دھیان ادھر تھا اور ساری سیکورٹی ایجنسیز بھی انہی کے پیچھے نکل گئیں تو میں نے کرنل بالڈون کی لاش کو وہاں سے اٹھا لیا اور سیدھا ادھر لے آیا۔

سیاہ پوش نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

ہونہہ۔ جب اس نے اپنی طاقت کے زعم میں عمران کو چیلنج کیا تو میں نے اسی

وقت اپنا کام شروع کر دیا تھا ۔مجھے پتہ تھا کہ ان دونوں میں سے جو بھی مرا میں اس پر اپنا تجربہ کروں گا اور اب میں اسرائیل کے صدر کو بتاؤں گا کہ ذہانت اور طاقت کسے کہتے ہیں ۔ !!!

بوڑھے نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ پوش کو گٹھری نما لاش کو بیڈ پر لٹانے کا اشارہ کیا تو سیاہ پوش جس نے اپنا نام جونسن بتایا تھا نے لاش کو بیڈ پر لٹا دیا اور ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا جبکہ بوڑھے نے ایک سائیڈ پر لگے بزر کے بٹن کو پریس کیا تو چند ہی لمحوں بعد تین نوجوان اندر داخل ہوئے جنہوں نے ڈاکٹری لباس زیب تن کیا ہوا تھا جبکہ سیاہ پوش اس دوران بوڑھے کے اشارے پر دوبارہ جا چکا تھا ۔

تم لوگ آپریشن کے لئے تیار ہو ۔ ؟

بوڑھے نے آنے والے تینوں نوجوان ڈاکٹروں کو مخاطب کیا۔

یس ڈاکٹر گیلارڈ۔

تینوں نے ایک ساتھ جواب دیا تو بوڑھے نے سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک طرف بنی الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ آنے والے ڈاکٹر بیڈ کی طرف بڑھ گئے تھے اور کرنل بالڈون کی لاش کو بیڈ کے ساتھ لگی مشین کی مختلف نالیاں لگانے لگے۔ ایک نے کٹر لے کر لاش کا پورا سینہ چیر دیا۔ ادھر بوڑھے نے الماری سے ایک خوبصورت پلاسٹک کا بیگ نکالا اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی مختلف الیکٹرونکس چپس نکالنے لگا اور پھر ان کو لے کر لاش کی طرف بڑھ گیا۔

ڈاکٹر جیف تم کٹر کے ساتھ اس کے دل کی جگہ کاٹ کر دل کو باہر نکالو اور پھر اس کی کھوپڑی کو بھی کنپٹی کے پچھلی سائیڈ سے کٹ لگاؤ۔

اس ڈاکٹر نے ہدایات پر عمل کیا اور کچھ ہی دیر میں کرنل بالڈون کے دل والی جگہ اور کنپٹی پر ایک گڑھا نمودار ہو چکا تھا۔ اب بوڑھے ڈاکٹر نے بیگ سے نکلنے والی ایک چپ کو دل کی خالی جگہ پر رکھا جبکہ دوسری چپ کو کنپٹی پر بننے والے سوراخ میں ڈال دیا۔ اور پھر ایک سائیڈ پر کھڑا ہوا گیا جبکہ دوسرے دونوں ڈاکٹر رنگ برنگی نالیوں کا ایک جال سا اس کے جسم میں بچھانے لگے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ لاش کو دوبارہ سلائی کر چکے تھے اور پھر ایک سائیڈ پر کھڑے ہو گئے جبکہ بوڑھے ڈاکٹر نے مشین آن کر دی۔ چند لمحے تک تو سکرین پر رنگ برنگے جھمکے ہوتے رہے اور پھر اچانک سکرین پر کچھ نمبر نمودار ہوئے تو بوڑھے نے مشن پر لگے مختلف بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اور پھر کافی دیر تک کے لئے انہی بٹنوں کے کام میں منہک ہو گیا اور پھر سکرین ایک دم کالی ہو گئی تو بوڑھا ڈاکٹر اٹھ

کر دوبارہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا جبکہ تینوں ڈاکٹرز بھی ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے۔

ٹھیک ہے تم لوگ بھی جا سکتے ہو۔ تو وہ تینوں سر ہلا کر کمرے سے نکلتے چلے گئے جبکہ بوڑھے نے کرسی کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔ شاید وہ تھک گیا تھا اور پھر اس طرح آنکھیں موندے نہ جانے کتنی دیر گزری ہو گی کہ اچانک بیڈ والی مشین سے بیپ کی آوازیں نکلنے لگیں اور بوڑھا چونک کر اٹھا اور ڈورتا ہوا کرنل بالڈون کی لاش کی طرف آیا اور اسے دیکھنے لگا۔ اچانک لاش کے پپوٹے لرزنے لگے تو بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی اور اس نے بے اختیار اپنی مٹھیاں بھینچ لیں اور پھر چند ہی لمحوں میں کرنل بالڈون کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔

اٹھ کر بیٹھ جاؤ کرنل۔

بوڑھے نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور کرنل بالڈون یوں اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے وہ کبھی مرا ہی نہ ہو۔

****

اسرائیلی صدر اس وقت نہایت غضبناک انداز میں بیٹھے تھے جب کے سامنے وزیر اعظم بیٹھے تھے اُن کا منہ بھی لٹکا ہوا تھا اور ایک سائیڈ پر کرنل ڈیوڈ بیٹھا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک چہرے والا آدمی بیٹھا تھا یہ کرنل ہیمرخ تھا اسرائیلی سپر ایجنسی کا چیف۔ صدر نے فوری طور پر اسے اس سپیشل میٹنگ میں بلایا تھا۔ عمران نے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے انہیں جو شکست دی تھی اس نے انہیں پوری دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

سن لو تم لوگ ۔ سن رہے ہو۔مجھے عمران کی لاش چاہیے ۔مجھے مم میں پاکیشیا کو تباہ و برباد دیکھنا چاہتا ہوں ۔ !!!

غصے کی شدت سے اُن کے منہ سے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے ۔

تم جاؤ پاکیشیا اور اُن کی اینٹ سے اینٹ بجا دو تباہ کر دو پورا ملک چاہے تمہیں اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے سن رہے ہو۔ !!!

انہوں نے چنگھاڑتے ہوئے کرنل ہیمرخ کو کہا ۔

اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی میز پر رکھا ہوا سرخ رنگ کا فون بجنے لگا اور صدر نے فون کی طرف یوں دیکھا جیسے سارا قصور فون کا تھا اور پھر ایک جھٹکے سے فون اٹھا کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا ۔

میں نے منع کیا تھا کوئی ڈسٹرب نہیں کرے ۔ !!!

سر ۔ !!!

دوسری طرف سے آپریٹر کی بوکھلاتی آواز سنائی دی اور وہ خبر سن کر ان کا چہرہ ہونک ہو گیا ۔

کیا مطلب ۔ ۔ ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں ۔

صدر نے تیزی سے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے ۔

انہیں اٹھتے دیکھ کر سب کھڑے ہو گئے لیکن صدر نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے نکلتے چلے گئے اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد جب وہ اندر داخل ہوئے تو ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی اور وہ بیٹھ گئے ۔ اندر

موجود سب افراد صدر کی اس کایا پلٹ پر حیران رہ گئے تھے مگر پوچھنے کی ہمت کسی نے نہ کی یہاں تک کہ صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ لوگ حیران ہو رہے ہیں کہ جب میں یہاں سے گیا تو شدید غصے میں تھا لیکن اب میں بہت خوش دکھائی دے رہا ہوں اور اب آپ سب بھی ایک چیز دیکھ کر حیران رہ جائیں گے اور شاید یہ اس صدی کی سب سے حیرت انگیز چیز ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی صدر نے اونچی آواز میں کہا۔

یس کم ان۔

اور دوسرے ہی لمحے اندر جو شخصیت داخل ہوئی اسے دیکھ کر سب اچھل پڑے ۔ یہ کرنل بالڈون تھا۔ !!! مگر اس وقت اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور اس کی آنکھوں میں کسی کے لئے ہلکی سی بھی شناشائی نہ تھی اور اس کے پیچھے ایک برف کی طرح

سفید بالوں والا بوڑھا پروفیسر گیلارڈ تھا جو اس وقت اکڑا کڑ کر داخل ہوا تھا۔ وہ ایک سائیڈ پر رکھی گئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ۔چند لمحوں کے لئے تو سب ساکت رہ گئے تھے پھر وزیر اعظم کے منہ سے سرسراتی آواز نکلی

یہ۔ یہ کیا۔ اس کی تو گردن ٹوٹ گئی تھی۔ یہ مر چکا تھا۔ ؟

ہاں یہ مر چکا ہے لیکن پروفیسر گیلارڈ نے عظیم گیلارڈ نے اس کو پھر سے زندہ کر دیا اور اب اس کے متعلق وہ خود تفضیل سے بتائیں گے۔

صدر نے بوڑھے سائنسدان گیلارڈ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا اور گیلارڈ کی تنی ہوئی گردن مزید اکڑ گئی تھی اور اپنی کرسی پر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

چند سال قبل سے میں کسی ایسے روبوٹ کی تیاری میں مصروف تھا جو خود فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ضرورت پڑنے پر اپنے پرزوں کی خود ریپئر نگ

کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو اور تین ماہ پہلے میں ایک ایسے روبوٹ کو تخلیق کر چکا تھا اور پھر میں نے اس پر مزید کام کیا اور اس کو مزید اپ ڈیٹ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور آخر کار میں ایک ایسی چپ بنانے میں کامیاب ہو گیا جس کو کسی انسانی جسم میں دل اور دماغ کو کنٹرول کرنے کے لئے استعمال کر سکتا تھا اور اب مجھے ایک بہت ہی دلیر اور ذہین قسم کے انسان کی ضرورت تھی اور پھر مجھے کرنل بالڈون اور علی عمران کے مقابلے کا پتہ چلا تو میں نے اپنا تجربہ شروع کر دیا تاکہ اِن دونوں میں سے جو بھی مرے گا میں اپنا تجربہ اس پر کروں گا ۔ پھر جب مقابلے میں کرنل بالڈون مارا گیا تو میں نے اس کی لاش منگوالی اور اس پر اپنا تجربہ کیا اور اب یہ بالکل زندہ حالت میں آپ کے سامنے ہے ۔ پہلا کرنل بالڈون تو صرف طاقتور تھا لیکن یہ طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ذہین اور

ناقابل تسخیر بن گیا ہے۔ اس میں میں نے کورآئی سیونٹین پروسیس چپ لگائی ہے جو آٹوکنٹرولڈ ہے۔ اس چپ کی خاص بات کہ یہ اس جسم کو نہ صرف کنٹرول کرے گی بلکہ کسی بھی قسم کے جسمانی نقصان کی صورت میں خلیات کو تیزی سے پیدا کرنے میں مدد بھی دے گی۔ اب اس پروسس کو سمجھانے کے لئے میں ایک تجربہ کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر پروفیسر نے جیب سے ایک خنجر نکالا اور کرنل بالڈون کے جسم میں گھونپ دیا۔ کرنل بالڈون خاموش کھڑا رہا جبکہ پروفیسر نے جیسے ہی خنجر واپس نکالا کرنل بالڈون کے جسم پر لگنے والا گھاؤ فوراً ہی بھر گیا۔ یہ دیکھ کر میٹنگ ہال میں موجود سب کی آنکھیں حیرت سے اُبل پڑیں جبکہ صدر کا چہرہ مسرت کی شدت سے پھٹنے والا ہو گیا۔

لیکن یہ وار کو روک کیوں نہیں رہا اور یہ کام کیسے کرے گا۔ ؟

کرنل ہیمرخ نے پروفیسر سے پوچھا تو سب پروفیسر کا منہ دیکھنے لگے تو پروفیسر کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ آگئی اور اُس نے ستائشی نظروں سے کرنل ہیمرخ کو دیکھا اور بولا۔

یہ میرے پاس ایک مائیک ہے۔

اس نے جیب سے ایک مائیک نکالا اور پھر اسی طرح اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اِس مائیک سے میں جو بھی حکم دوں گا یہ اسے پورا کرنے کے لئے چلا جائے گا اور خاص بات یہ کہ یہ کام بالکل ایسے انجام دے گا جیسا کہ آپ۔ خوَدلائحہ عمل بنائے گا خود سوچے گا اور خود ہی عمل کرے گا اور یہ کام یہ بالکل ایک زندہ

انسان کی طرح کرے گا اور اگر کوئی اس پر حملہ کرے گا تو تو یہ بھی جوابی وار کرے گا اور اپنے مشن کو انجام دینے کے لئے ہر کام انجام دے گا اور مشن کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو اپنی راہ سے ہٹا دے گا۔

اِس کے ساتھ ہی پروفیسر نے مائیک صدر صاحب کی طرف بڑھا دیا۔ صدر نے اسی وقت پروفیسر گیلارڈ کے لئے اعلیٰ ملکی ایوارڈ اور اسرائیل کی سب سے بڑی لیبارٹری جیوش نیشنل لیب کی سربراہی کا بھی اعلان کر دیا اور پروفیسر گیلارڈ اُس کا تو چہرہ اِس وقت دیکھنے والا تھا۔ پھر میٹنگ روم میں موجود سب لوگ فرداً فرداً مبارک باد دینے لگے۔ اس کے بعد صدر نے میٹنگ برخواست کا اشارہ کیا اور سب ایک ایک کر کے نکلنے لگے پھر صدر نے کرنل ہیمرخ کو سر کے اشارے سے رکنے کا کہا اور چند ہی لمحوں بعد میٹنگ روم میں صرف کرنل ہیمرخ اور صدر

رہ گئے۔ صدر نے دوبارہ اپنی بات شروع کی اور بولے۔

دیکھو کرنل مجھے ابھی ابھی ایک نہایت ہی اہم اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا کے ایک سائنسدان نے ایک ایسی چِپ بنالی ہے جس کی مدد سے وہ کسی بھی روشنی سے انتہائی قلیل وقت میں بجلی سٹور کرنے کی خاصیت رکھتی ہے۔ پوری دنیا میں بجلی کا سب سے سستا اور موئثر طریقہ پن بجلی ہی ہے لیکن یہ ایجاد اس طریقے سے بھی سستی اور بھرپور ہے۔ اس چِپ کو بنانے کی لاگت بھی ایک عام روزمرہ کے استعمال ہونے والی بیٹری کے برابر ہے۔ اُس سائنسدان کو تو اس کے نائب نے مار ڈالا اور چِپ اور اُس کا فارمولا لے کر بھاگ گیا ہے۔ ہمیں وہ فارمولا چاہیے اور اگر نہ ملے تو اُسے ضائع تو ضرور ہونا چاہیے۔ کیونکہ پاکیشیا اگر اپنے بجلی والے مسئلے پر قابو پالیتا ہے تو یہ ہم سب کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ

ہو گا۔ کیونکہ ہم ارے ایکریمی اور دوسرے چند ممالک کی آڑ میں اس وقت ایسے کئی پروجیکٹ پاکیشیا میں کام کر رہے ہیں جو وہاں تو بجلی کے مسئلے کے حل کے لئے ہیں لیکن اُن کا مین مقصد پاکیشیا میں امن و عامی کی صورتحال میں بگاڑ پیدا کرنا ہے۔ اگر پاکیشیا یہ مسئلہ حل کر لے گا تو دوسرا خود بخود ختم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ آئیندہ آنے والے برسوں میں یہ سپر پاور بن جائے جبکہ ہم یہ نہیں چاہتے۔ اس لئے ابھی میں نے ایک پلان سوچا ہے کہ کسی کافرستانی کو ہائر کر کے اُس سے ہم اپنی ہی ایک تنظیم سیکرٹ ٹاپ کو ہائر کرتے ہیں پاکیشیا میں حالات خراب کرنے کے لئے اور کرنل بالڈون کو عمران کی موت کا مشن سونپ دیتے ہیں اس طرح پاکیشا سیکرٹ سروس الجھ جائے گی جبکہ تم اپنے دو چار ممبرز کو لے کر پاکیشیا اس آدمی کو ڈھونڈو اور اس سے یہ چِپ اور فارمولا حاصل کرو

چاہے جیسے بھی ہو اور مجھے یہ کام ہر حال میں مکمل چاہیے۔ ڈیٹس آل۔!!!

اور اِس کے ساتھ ہی صدر نے مزید کوئی بات کیے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ کرنل ہیمرخ نے بھی خاموشی سے سر ہلا کر انہیں سیلوٹ کیا اور دونوں میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

****

محکمہ ء انٹیلی جنس کے دفتر میں سر رحمٰن اس وقت گہری سوچ میں ڈوبے تھے ۔اُن کے سامنے میز پر ایک ٹیلی گرام پڑا تھا جس میں ایک دوست ملک کی طرف سے انفارم کیا گیا تھا کہ اسرائیلی ایجنسی سیکرٹ ٹاپ اپنے ایجنٹوں کو پاکیشیا میں کسی اہم مشن پر بھیج رہی ہے اس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ ایجنسی بہت ہی کم عرصے میں بہت فعال ہوئی ہے اور اسی بنا پر اسرائیلی حکومت نے اسے اپ

گریڈ کر کے اسے پاکیشیا کے خلاف استعمال کرنے کا پلان بنایا ہے۔ اور خاص بات یہ کہ اس ایجنسی میں سیکرٹ ایجنٹوں کی بجائے انتہائی منجھے ہوئے مجرموں کو تربیت دے کر بھرتی کیا گیا ہے۔ مشن کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں لکھا تھا کہ زیادہ تر یہ ایجنسی دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوث تھی۔ اسی بات کی وجہ سے سر رحمٰن تھوڑے پریشان ہو گئے تھے کیونکہ ایجنٹس تو پھر بھی کوئی پلان بناتے ہیں لیکن مجرموں کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ مشن کے لئے کس قدر قتلِ عام شروع کر دیں۔ سر رحمٰن نے سگار سلگایا اور دھواں چھوڑتے رہے۔ اور پھر انہوں نے ایک ہنکارہ بھرا اور میز کنارے لگی بیل بجا دی۔

چپڑاسی کسی جن کی طرح نمودار ہوا۔ سر رحمٰن نے فیاض کو بلانے کا کہا۔ چند لمحوں بعد ہی فیاض نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور سر رحمٰن

نے سر ہلا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

یہ پڑھو۔

سر رحمٰن نے ٹیلی گرام فیاض کی طرف بڑھایا۔

فیاض نے جلدی سے ٹیلی گرام لیا اور پڑھنے لگا۔

ٹھیک ہے جناب عالی۔ میں ائیر پورٹس اور دوسرے داخلی راستوں پر الرٹ جاری کروا دیتا ہوں۔

ہونہہ۔

سر رحمٰن نے ہنکارا بھرا اور پھر بولے

میں چاہتا ہوں اس بار یہ کیس انٹیلی جنس ہی حل کرے نہ کہ اسے بھی سیکرٹ

سروس کو ریفر کر دیا جائے ۔ اس کے لئے تمہیں کچھ بھی کرنا پڑے لیکن یہ ایجنسی اس ملک میں کسی بھی طرح ناکام ہونی چاہیے ۔ سمجھ گئے ۔ !!!

آخر میں سر رحمٰن کا لہجہ سرد ہو گیا تھا ۔

یس سر ۔ ۔ کیپٹن فیاض نے سر ہلا کر کہا ۔

ٹھیک ہے مجھے جلد از جلد رپورٹ کرو ۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے جانے کا اشارہ کیا اور کیپٹن فیاض جلدی سے اٹھ کر اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا ۔ آفس میں پہنچ کر اس نے ہیٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکایا اور کرسی پر بیٹھ کر بزر بجایا ۔ فورا! ہی چپڑاسی اندر آیا تو فیاض نے اسے انسپکٹر فراز کو بلانے کا کہا ۔ چند ہی لمحوں بعد دستک ہوئی تو فیاض نے کہا آجاؤ ۔

ایک خوبصورت اور تنومند نوجوان ندر داخل ہوا۔ یہ انسپکٹر فراز تھا جو حال میں ٹرانسفر ہو کر آیا تھا اور اس کا ٹرانسفر بھی فیاض کی ایما پر ہوا تھا۔ کافی ذہین تھا اور ایک مشن میں فیاض کے ساتھ کام کیا تو فیاض کی نفسیات سمجھ کر اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ فیاض کو بھی یہ نوجوان اچھا لگا تو اس نے اسے اپنے محکمے میں ٹرانسفر کروالیا اور یوں دونوں کی آپس میں گہری چھننے لگی۔

بیٹھو فراز۔

کیپٹن فیاض نے اسے اشارہ کیا۔

یس سر۔

انسپکٹر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

سنو۔۔۔کیپٹن فیاض نے اسے ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اب سوچو کہ اس ایجنسی کے ایجنٹ کس رستے سے آئیں گے۔

سر چونکہ یہ ایجنٹ اسرائیلی ہیں اس لئے یہ ایران کے رستے آئیں گے

کیونکہ یہ راستہ ان کے لئے آسان بھی ہے اور کم بھی۔

ایڈیٹ۔!!!

کیپٹن فیاض نے جھلاتے ہوئے کہا

اسرائیل کے کافرستان سے تعلقات ہیں اور وہ اسی راستے کو استعمال کریں

گے۔

اوہ۔۔۔یس سر۔

انسپکٹر فراز نے فوراً ہی فیاض کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

تو ٹھیک ہے تم ایسا کروان دونوں سرحدوں پر سیکورٹی ہائی الرٹ کر دو اور مجھے پل پل کی رپورٹ چاہیے۔

ٹھیک ہے سر میں آج ہی سیکورٹی الرٹ کروا دیتا ہوں۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر فراز اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

****

سلیمان اس وقت ہونٹوں پہ ایک ہلکی دھن گنگناتے ہوئے کچن میں شام کے کھانے کی تیاری میں مگن تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔ سلیمان کی گنگناہٹ

رک گئی اور وہ برنر کو ہلکی آنچ پر کر کے دروازے کی طرف بڑھا۔

کون۔؟

سلیمان نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

عمران صاحب ہیں۔؟

باہر سے کسی نے پوچھا تو اس کے لہجے سے ہی سلیمان سمجھ گیا کہ کوئی غیر ملکی ہے اس لئے سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی اسے زوردار دھکا لگا اور وہ لڑکھڑا گیا۔

یہ اندر داخل ہونے کا اور بقیہ جملہ سلیمان کے منہ کے اندر ہی رہ گیا تھا کیونکہ ایک پستول کی نال عین اس کے ماتھے کے سامنے اٹھی ہوئی تھی۔

کک ۔کک ۔ کیا بات ہے بھائی ۔ ؟

سلیمان نے گگھیا کر پوچھا ۔

تم عمران ہو ۔ ؟

غیر ملکی نے پوچھا ۔

مم ۔ نہیں وہ کہیں باہر نکلے ہوئے ہیں ۔

سلیمان نے ہکلا کر کہا ۔

تم کون ہو ۔ ؟

غیر ملکی نے چونکتے ہوئے پوچھا

مم میں سلیمان ۔ عمران صاحب کا ملازم ۔

اچھا چلو ادھر ڈرائینگ روم کی طرف ۔

غیر ملکی نے اسے پستول کی نال سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

ڈرائینگ روم میں جا کر دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے ۔

دیکھو جیسے ہی وہ آئے تم نے بنا کوئی بات کیے دروازہ کھول دینا ہے ۔ سن لیا تم نے ۔

غیر ملکی نے غراتے ہوئے کہا ۔

ٹھیک ہے جناب ۔ اسے تو ہٹا لیجئے مم مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں چل نہ جائے ۔

سلیمان نے پستول کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

لیکن غیر ملکی کے غصیلی نگاہوں سے گھبرا کر سر جھکا لیا ۔

آپ کافی پیئیں گے ۔ ؟

کچھ ہی دیر بعد سلیمان نے پوچھا ۔ زیادہ دیر تک خاموش رہنا اس کی فطرت نہیں تھی ۔

خاموش بیٹھے رہو ۔ ؟

غیر ملکی نے پھر غرا کر کہا ۔

بھائی غصہ کیوں ہوتے ہیں ۔ میں نے تو اس لئے پوچھا تھا کہ پتہ نہیں صاحب گھر کس وقت آئیں اور اتنی دیر تک آپ یہ پستول اٹھائے تھک جائیں گے

اور پھر کہیں آپ کا نشانہ نہ چوک جائے ۔

کیا مطلب ۔

غیر ملکی نے چونکتے ہوئے پوچھا

اگر نشانہ چوک گیا تو تمہیں کیا نقصان ہو گا؟

جناب میرا تو نقصان ہی نقصان ہے۔ صاحب نے تو عرصے سے مجھے تنخواہ نہیں دی اور اگر جانے کی بات کروں تو جان سے مارنے کی دھمکی دیتا ہے۔ وہ تو ایک سرکاری ایجنسی کا جاسوس ہے اور سمجھتا ہے کہیں میں کام چھوڑنے کے بعد اس کی باتیں کسی کو نہ بتا دوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں آپ اسے فوراً شوٹ کر دیں تاکہ میں بھی اس قید سے چھٹکارا پا سکوں۔

سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اس دوران اس نے زمانے بھر کی مسکینی چہرے پر سجالی تھی۔

ہونہہ۔

غیر ملکی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سلیمان کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں سلیمان اس سے جھوٹ تو نہیں بول رہا یا دھوکہ تو نہیں دے رہا۔ لیکن سلیمان تو اداکاری میں عمران کو بھی مات دے دیتا تھا اس کے تاثرات سے غیر ملکی مطمئن ہو گیا تھا۔

چلو کافی بناؤ۔

غیر ملکی نے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور سلیمان اٹھ کر کچن میں چلا آیا مگر ساتھ ہی غیر ملکی بھی تھا جو ایک سائڈ پر کھڑا ہو گیا سلیمان نے کافی کا پانی گرم کرنا شروع کر دیا اور جب پانی ابلنے لگا تو سلیمان نے کیبنٹ سے کافی کا ڈبہ نکالا اور گرم پانی کو مگ میں ڈال کر کافی مکس کرنے لگا۔ چمچ کے ساتھ کافی کو حل کر کے

اس نے غیر ملکی سے کہا کہ وہ کیبنٹ سے کریم کا پاؤچ نکالے ۔ اس کے بعد اس نے دونوں کپوں میں کریم ڈالی اور پھر ایک کپ غیر ملکی کی طرف بڑھایا اور اپنا کپ اٹھا کر چولہا بند کر دیا ۔ غیر ملکی مطمئن انداز میں کچن سے نکلنے لگا جب اچانک سلیمان نے کیتلی اٹھا کر اس میں موجود کھولتا پانی غیر ملکی کے پستول والے ہاتھ پر انڈیل دیا ۔ غیر ملکی کے منہ سے چیخ نکل گئی اور پستول اور کافی دونوں اسے کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرے ابھی اس نے اپنا ہاتھ دوسرے زخمی ہاتھ پر رکھا ہی تھا جب چٹاخ کی آواز سے کیتلی اس کی کھوپڑی پر پڑی اور دوسرے وار کے ساتھ ہی غیر ملکی ہوش و ہواس سے بیگانا ہو گیا ۔ سلیمان نے جلدی سے چولہے کے نیچے والی کیبنٹ سے ایک رسی نکالی اور جلدی سے غیر ملکی کے ہاتھ اور پاؤں مظبوطی سے باندھ دیئے ۔ اب سلیمان اسے گھسیٹتا ہوا ڈرائینگ روم کی

طرف لے گیا اور اسے صوفے کے ساتھ ٹیک دے کر بٹھا دیا اور خود کچن میں واپس جا کر پستول اٹھا لایا۔

اب اس نے ایک کرسی گھسٹ کر غیر ملکی کے سامنے رکھی اور اس پر بیٹھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔ غیر ملکی کے منہ سے کراہ نکل گئی اور دوسرا تھپڑ پڑتے ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ ہوش میں آ گیا۔

اب بتا بچُو کون ہے تُو۔ ؟

سلیمان نے مزے لے لے کر پوچھا۔

میں تمہاری موت ہوں۔

غیر ملکی نے انتہائی غضب ناک لہجے میں کہا۔

چٹاخ ۔ سلیمان نے پھر ایک زوردار طمانچہ رسید کر دیا لیکن اس بار سلیمان کے ستارے گردش میں آ گئے تھے ۔ غیر ملکی نے سر کی ایک زوردار ٹکر سلیمان کے چہرے پر رسید کر دی تھی ۔ سلیمان کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکلی اور ابھی وہ سنبھلا نہیں تھا کہ غیر ملکی کسی مداری کی طرح اچھلا تھا اور اس کی بندھی ہوئی ٹانگیں سلیمان کے سینے پر پڑیں اور وہ کرسی سمیت پیچھے جا پڑا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گیا جبکہ غیر ملکی نے رسیوں کو جھٹکے مارنے شروع کر دیے ۔ کچھ ہی دیر میں رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور اس نے آسانی سے اپنے ہاتھ باہر نکال لیئے ۔

اب دیکھو میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں باورچی کے بچے ۔ !!!

وہ غراتا ہوا آگے بڑھا اور ایک زوردار ٹھوکر سلیمان کی پسلیوں میں

ماری ۔ سلیمان کسی ذبح ہونے والے بکرے کی طرح ڈکرایا ۔ اب تو غیر ملکی نے

سلیمان کو ٹھوکروں پر رکھ لیا اور سلیمان کے منہ سے مسلسل چیخیں نکلنے لگیں

ارے کون ہو تم

اچانک پیچھے سے آواز آئی ۔ غیر ملکی نے گھومتے ہوئے فائر کیا اور آنے والا بغیر چیخے ڈھیر ہو گیا ۔ وہ کوئی پڑوسی تھا جو سلیمان کی چیخیں سن کر اندر آ گیا تھا ۔ غیر ملکی نے آگے بڑھ کر بیرونی دروازہ بند کیا اور واپس آیا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں ۔ فرش پر جہاں سلیمان ڈھیر تھا اب وہاں کچھ بھی نہ تھا ۔ اس کے ساتھ ہی کھٹکا سا ہوا اور غیر ملکی نے چونک کر اس طرف دیکھا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہوتا چلا گیا ۔

ہونہہ ۔

سلیمان نے ہنکارہ بھرا اور ہاتھ میں پکڑے گیس پسٹل کو جیب میں ڈالا اور ٹیلی

فون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

****

ٹائیگر اس وقت مارلو کلب کی طرف جا رہا تھا۔ مارلو کلب کا مینجر زوکی ٹائیگر کو کوبرا کی حیثیت سے جانتا تھا اور اکثر ٹائیگر کو کام بھی دیتا رہتا تھا۔ ٹائیگر سے زوکی کی جان پہچان تب بنی تھی جب ٹائیگر نے زوکی کی جان بچائی تھی ہوا کچھ یوں تھا کہ زوکی اپنی وائف کے ہمراہ جا رہا تھا جب کچھ غنڈوں نے اس پر حملہ کر دیا زوکی چونکہ اپنی بیوی کے ساتھ تھا اسلیئے نہتا تھا اور قریب تھا کہ غنڈے اسے قتل کر دیتے جب ٹائیگر ادھر سے گذرا تو زوکی کی بیوی نے ٹائیگر کو مدد کے لئے پکارا اور پھر ٹائیگر نے ان غنڈوں کو مار مار کر بھگا دیا۔ بس اسی دن کے بعد ان کی دوستی ہو گئی۔ آج بھی زوکی نے اسے فون کر کے بتایا تھا کہ جلدی آؤ بڑا کام ہے اور ٹائیگر

اس کی طرف چل پڑا تھا۔ ایک جگہ ٹریفک سگنل پر ٹائیگر کو کھڑا ہونا پڑا۔ یہ شہر کی مشہور شاہراہ تھی اور چوبیس گھنٹے یہاں بے انتہا ٹریفک ہوتی تھی اس وقت بھی اس سڑک پر ٹریفک کا اژدھام تھا کہ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور ٹائیگر اچھل کر موٹر بائیک سے دور جا گرا۔ ایک پل تو اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ ہوا کیا ہے پھر وہ اچھل کر کھڑا ہوا اور جب اس نے دیکھا تو خوف کے مارے اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ سڑک کے داہنی طرف واقع پانچ منزلہ عمارت دیکھتے ہی دیکھتے زمین بوس ہو گئی۔ اسی لمحے چیخ و پکار شروع ہو گئی اور ٹائیگر نے بے اختیار جھرجھری لی اور عمارت کی طرف دوڑ پڑا۔ اسی وقت فضا میں سائرنوں کی آوازیں گونجنے لگی اور لوگ دھڑا دھڑ جمع ہونے لگے۔ اچانک ٹائیگر کی نظر ایک شخص پر پڑی جس کے چہرے پر یوں کامیابی کا تاثر تھا اور وہ بجائے عمارت کی

طرف بڑھنے کے ایک طرف چل پڑا۔ٹائیگر نے ایک بار پلٹ کر عمارت کی طرف دیکھا تو امدادی کاروائیاں شروع ہو چکی تھیں اور وہ سر ہلا کر اس آدمی کے پیچھے چل پڑا۔ وہ آدمی ٹھیک اسی طرف بڑھا جدھر ٹائیگر کی بائیک کھڑی تھی اور جلد ہی وہ آدمی ایک طرف پارک کی ہوئی سیاہ رنگ کی شیر اڈ میں سوار ہو کر چل پڑا۔

ٹائیگر بھی اپنی بائیک پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا وہ آدمی ایک نئی رہائشی کالونی میں داخل ہو گیا اور پھر ایک نئی تعمیر شدہ کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ٹائیگر نے بائیک ایک طرف کھڑی کی اور تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آ گیا۔ یہ سائیڈ قدرے سنسان تھی اور کوٹھی کی دیوار کے ساتھ ہی ایک کھمبا تھا۔ٹائیگر نے آس پاس دیکھا اور بندروں کی سی پھرتی سے

کھمبے کے اوپر چڑھتا چلا گیا اور چند ہی لمحوں میں وہ کوٹھی کے اندر کود چکا تھا۔

****

چاروں کا تعلق اسرائیلی ایجنسی سیکرٹ ٹاپ سے تھا۔ ایجنسی کو جب کوئی خطرناک مشن درپیش ہوتا تو ان چاروں کو سونپ دیا جاتا۔ اور آج تک انہیں دیئے جانے والے ناممکن مشن کو ان چاروں کی چالاکی اور ذہانت نے ممکن کر دکھایا تھا۔ حالانکہ ان چاروں کا بھی الگ الگ سٹائل تھا کام کرنے کا۔ لوگ انہیں فور کلرز کہتے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ چاروں کا وطن بھی الگ الگ ہی تھا ۔ زارنوف قومیت کے لحاظ سے روسی تھا اور اسے اپنی نشانہ بازی پر خاصہ زعم تھا۔ زارنوف حقیقت میں اڑتی چڑیا کا نشانہ لینے والا تھا۔ اسے قسم قسم کی سنائیپر رائفلز جمع کرنے کا بھی بے حد شوق تھا اور وہ اپنا شکار بھی صرف انہی رائفلز سے

ہی کرتا تھا۔ کارل امریکی تھا اور کسی زمانے میں وہ فوج سے بھی وابستہ رہا تھا۔ امریکہ افغان جنگ میں ایک محاذ پر اپنے افسر سے منہ ماری ہونے پر اپنی ہی فوج کے چھیالیس سپاہیوں کے نہایت بے دردی سے ذبح کر ڈالا تھا۔ اس کام کو سر انجام دینے کے لئے اس نے ایک نشہ آور بوٹی کا سہارہ لیا تھا جو ادھر وافر ملتی تھی۔ منگوڈا ایک دیوزاد حبشی تھا جس کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی کسی مہم میں چیف ڈینئیل کو افریقہ کے گھنے جنگلوں میں جانا پڑا تھا اور پھر اس نے منگوڈا کو لڑتے دیکھا تو بس وہیں سے اس نے کسی نہ کسی طریقے سے اسے اپنے گروہ میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے بعد ضراز تھا جو کرغی قومیت رکھتا تھا۔ کرانس کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کا لیکچرار تھا اور اپنے ذاتی تجربات میں عجیب و غریب قسم کے بم بناتا رہتا تھا۔ خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا اور اسے دیکھ کر کوئی

سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص قاتل بھی ہو سکتا ہے۔ ان چاروں نے بلا مبالغہ سینکڑوں قتل کیے تھے۔ ان کا گروہ معمولی قسم کی قتل و غارت نہیں کرتا تھا بلکہ ان کا نشانہ اعلیٰ حکومتی اہلکار ہی بنتے تھے۔ آج بھی یہ چاروں ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے روز پیلس میں جمع تھے۔ روز پیلس کرانس کا ایک اعلیٰ شان فائیو سٹار ہوٹل تھا۔ اس وقت کمرے میں ان چاروں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کچھ دیر پہلے ایک ویٹرس ایک ٹرے میں چار شراب کی بوتلیں رکھ گئی تھی اور اس وقت وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ بات چیت میں مصروف تھے کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک اڈھیر عمر آدمی اندر داخل ہوا جسے دیکھ کر وہ چاروں کھڑے ہو گئے۔ آنے والا چہرے سے ہی سفاک نظر آتا تھا اس کے دائیں گال پر آنکھ کے بالکل نیچے ایک بڑا سا کٹ لگا تھا جس نے اس کے چہرے کی سفاکی

کو بہت زیادہ نمایاں کر رکھا تھا۔

بیٹھو۔

آنے والے نے سرد لہجے میں کہا۔

اور وہ چاروں بیٹھ گئے۔

آنے والا جو کہ کافرستان کی خفیہ ایجنسی کا چیف وکرم راجن تھا نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک فائل نکالی اور اسے انکی طرف بڑھا دیا جسے کارل نے جو کہ وکرم کے قریب بیٹھا تھا نے پکڑلی اور پھر باری باری چاروں نے اسے پڑھ لیا۔

تم لوگوں نے اس فائل کو پڑھ لیا تو سمجھ گئے ہو گے کہ تمہیں کس لئے ہائر کیا گیا ہے۔ آج کل ہمارے پاکیشیا سے اموری تعلقات کچھ بڑھے ہوئے ہیں اس

لئے ہم اس کام کے لئے اپنی کسی ایجنسی کو انوالوو نہیں کر سکتے ۔ پاکیشیا پہنچتے ہی تمہیں میں کچھ ایسے دوست مہیا کروادوں گا جو اس مہم میں تمہارے کام آسکیں گے اور مشن مکمل ہوتے ہی تم چاروں وہیں سے اپنے ملک روانہ ہو جاؤ گے اور اپنے پیچھے کوئی سراغ مت چھوڑ جانا ۔ امید ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے ۔ مشن کا معاوضہ ڈینئیل کے اکاؤنٹ میں بھیج دیا گیا ہے ۔ او کے کوئی بات اگر پوچھنی ہو تو ابھی پوچھ لو بعد میں ہمارا کسی قسم کا رابطہ نہیں ہو گا ۔

کیا یہ مشن ہمیں صرف ملحقہ سرحدی علاقے ہی میں سرانجام دینا ہے یا کہ درالحکومت میں بھی ایسی واردا تیں کرنی ہوں گی ۔ ؟

کارل نے سوالیہ لہجے میں پوچھا ۔

پورے پاکیشیا میں ان دھماکوں کی گونج سنائی دینی چاہیے درالحکومت سے لے کر

ملحقہ سرحدی علاقوں تک۔

اس کے ساتھ ہی وکرم راجن اٹھ کھڑا ہوا اور پھر باری باری سب کمرے سے نکلتے گئے۔

****

اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ صوبائی درالحکومت کے اس بازار میں ابھی بھی جیسے دن کا سا سماں تھا۔ بازاروں میں ہنستے مسکراتے چہرے آنے والی صبح کے استقبال کے لئے بڑے جوش و خروش سے خریداری کر رہے تھے۔ اُس صبح کا استقبال جس نے اِنہیں ایک پہچان دی تھی۔ دوسرے بازاروں کے برعکس یہاں خلافِ توقع زیادہ رش تھا۔ مرد و زن کا جیسے سیلاب سا اُمڈ آیا تھا۔ رنگ برنگے آنچل جیسے ہوا کے دوش پر لہراتے پھر رہے تھے۔ اچانک

ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی ۔ اور آگ کا ایک مینار سا بلند ہوا جس نے ساری رونق جیسے ہڑپ کرلی ۔ اس کے بعد دھپ کی آواز کے ساتھ ہی کئی کٹے پھٹے اعضا سڑک پر آ گرے ۔ اعضا جو چند لمحے پہلے انتہائی خوش رنگ آنچلوں میں ملبوس تھے اب ہر قسم کی قید سے آزاد تھے حتیٰ کہ روح تک ۔ صرف ایک پل کے لئے خاموشی چھائی تھی ۔ وہ بھی اُس پل جب تک دھماکے نے اپنی گونج ختم نہ کی اور پھر اس کے بعد ہر طرف چیخ و پکار کا بازار گرم ہو گیا ۔ رنگ برنگے آنچل اب صرف ایک ہی رنگ میں رنگ چُکے تھے ۔ گہرے سُرخ رنگ میں ۔ لوگ ہراساں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے ۔ یہ وہ لوگ تھے جو دھماکے کے بعد بلند ہونے والے آگ کے مینار سے کچھ فاصلے پر تھے ۔ موت کی زردی نے ہر چہرے کو ڈھانپ لیا تھا ۔ اس کے باوجود کچھ چہرے ایسے بھی

تھے جن پر موت کا خوف تو تھا مگر اس پر اپنوں کی جدائی کے خوف زیادہ غالب تھا اور وہ اس طرف ڈورے چلے جا رہے تھے جہاں دھماکہ ہوا تھا۔ فضا میں اب چیخ و پکار کے ساتھ ساتھ ایمبولینسوں کے سائرن بھی گونج اٹھے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد وہاں امدادی کاروائیاں شروع ہو چکی تھیں۔

****

یہ ایک ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک دیوار پر بڑی سکرین لگی تھی جس میں کل رات کو ہونے والے دھماکے کے بارے میں خبر دی جا رہی تھی۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق دھماکا ایک گاڑی میں رکھے گئے بارودی مواد سے ہوا تھا ۔ دو سو کلو وزنی اس دھماکہ خیز مواد سے پھیلنے والی تباہی نے تین سو افراد کو نگل لیا تھا جبکہ اندازاً نو سو افراد متاثر ہوئے تھے۔ یہ ملک میں ہونے والا تیسرا بڑا

دھماکہ تھا۔ اس کے بعد نیوز کاسٹر پورے ملک میں منائے جانے والے مختلف پروگراموں کے بارے میں بتانی لگی تھی۔ یہ ملک کا باسٹھواں یوم آزادی تھا اور لوگ آج بھی اسے اسی جذبے سے منا رہے تھے جیسے آج ہی ملک کو آزادی ملی ہو۔ اس کے ساتھ ہی سکرین بند ہو گئی اور ہال میں خاموشی سی چھا گئی۔

دیکھا آپ لوگوں نے۔ اس ملک میں اس دھماکے کے نتیجے میں ہونے والے جانی و مالی نقصان کے باوجود اس ملک کے لوگ اپنا طرز زندگی اسی طرح گزار رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ہال میں ایک آواز گونج اٹھی۔

اور اس کے ساتھ ہی ہال میں بھنبھناہٹ سی ہونے لگی۔

مسٹر وکرم میں حیران ہوں کہ اس ملک میں کیسے لوگ بستے ہیں۔ آئے دن ہونے

والی دہشت گردانہ کاروائیوں کے باوجود ان لوگوں کے حوصلے نہیں ٹوٹے۔ ان لوگوں پر موت کا خوف نہیں چھایا۔

ایک طرف بیٹھے بلیک سوٹ میں ملبوس ایک اڈھیر عمر آدمی نے اٹھ کر بولتے ہوئے کہا تو سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔

ہاں مسٹر ڈیوڈ۔ یہ واقعی ایک حیران کن بات ہے اور یہی دیکھتے ہوئے ہمارے چند دوست ملک اس ملک پر حملہ کرنے سے ہچکچا رہے ہیں اور پس پردہ بھی بمشکل ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اب ہمارا انتظار زیادہ دیر پا نہیں ہوگا۔

وہ کیسے۔

گھنگریالے سرخ بالوں والے ایک اڈھیر عمر آدمی نے بیٹھے بیٹھے سوال کیا۔

مسٹر رچرڈ۔ اس بار ہم نے ایک نئی پلاننگ شروع کی ہے۔

وکرم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

نئی پلاننگ! تو کیا پہلے والی پلاننگ ڈراپ کر دی گئی ہے۔ ہمیں اس بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا مسٹر وکرم۔

ایک طرف خاموش بیٹھے ایک بوڑھے نے اٹھ کر پوچھا۔

آپ کو پتہ ہے اس پلاننگ پر ہمارے کتنے پیسے لگ چکے ہیں۔ ملک کو ماہانہ امداد کے ساتھ ساتھ دیگر کئی ترقیاتی کاموں کی مد کی آڑ میں ہم نے کتنی قیمتی مشینیں اور ٹیکنیشنز بھیجے ہیں جو خفیہ اداروں کی آڑ میں غائب ہونے والے افراد کے ذہنوں کو

کنٹرولڈ کر کے ملک میں دہشت گردانہ کاروائیاں کرنے میں مصروف ہیں ۔ اور آپ کہتے ہیں پلاننگ نئی شروع کی جا رہی ہے ۔

بوڑھے نے مسلسل اور غصیلے لہجے میں بولتے ہوئے کہا ۔

ہم جانتے ہیں مسٹر روناف آپ کا ملک ہمیں اس کام میں بہت مدد دے رہا ہے لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا کہ ہم پہلے والی پلاننگ ڈراپ کر رہے ہیں بلکہ ہم اُس پلاننگ کو مزید بہتر کر رہے ہیں ۔ اس بار ہم اس ملک میں انتشار پھیلانے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کر رہے ہیں ۔ جس میں ہم سوشل میڈیا پر ایسی کیمپین چلا رہے ہیں جس میں اس ملک کی مایہ ناز شخصیات کے بارے میں ایسی باتیں پھیلائیں گے کہ پورے ملک میں کسی کو نہ تو کسی کا اعتبار رہے گا بلکہ اُن سیاسی اور غیر سیاسی شخصیتوں کے چاہنے والے آپس میں دست و گریبان ہو جائیں

گے ۔ ملک میں دنگے فسادات شروع ہو جائیں گے اور کہیں قانون نہیں ہو گا صوبوں کے مابین غلط فہمیاں تو پہلے ہی پھیلائی جا چکی ہیں اس انتشار میں ہم اس ملک کی ایٹمی تنصیبات کو بوجہ دہشت گردی ذمہ دار ٹھہرا کر حملہ کر دیں گے اور اس طرح ایک دو سال ہی میں ہم اس دنیا سے مسلمانوں کی طرف سے بننے والی اس ایٹمی طاقت کو اس کے انجام تک پہنچا دیں گے ۔

وکرم نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور جب وہ خاموش ہوا تو اس کے ساتھ ہی ہال میں تالیوں کی آوازیں گونج اٹھیں ۔

****

صفدر اس وقت کیفے الاسکا میں تھا ۔ دن بھر مختلف ہوٹلوں کی خاک چھانتے چھانتے قدرے تھک گیا تھا اور اس کیفے میں آ کر کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا تھا ۔ کئی

دن کی تھکا دینے والی فراغت کے بعد آج جولیا کی کال صفدر کے لئے ایک نعمت غیر متوقعہ تھی۔ پُوری سیکرٹ سروس میں شاید صفدر وہ واحد ایجنٹ تھا جو ہر وقت کام کے لئے تیار رہتا تھا۔ فراغت کے دن اسے کاٹنے کو دوڑتے تھے ہاں ان دنوں میں اگر اسے عمران کا ساتھ میسر ہو جاتا تو وہ بھی فراغت کو انجوائے کرتا۔ ان دنوں کی فراغت میں بھی صفدر نے ایک نیا کام ڈھونڈ رکھا تھا اور وہ تھا روزانہ میک اپ میں انٹیلی جنس والوں کے لئے مخبری کرنا۔ دن بھر محنت کر کے چھوٹے لیول کے مجرموں کی تلاش اور ثبوت اور پھر ایک گمنام کال کر کے کسی نہ کسی افسر کو بتا دیتا۔ پہلے پہل فیاض بھی اسے عمران کی حرکت سمجھتا رہا لیکن کئی بار ایسا ہوا کہ عمران اُس کے سامنے موجود ہوتا اور صفدر کا فون آ جاتا۔ اس طرح عمران کو بھی علم ہو گیا تھا کہ یہ مخبر کون ہے لیکن اُس نے کوئی

اعتراض نہ کیا بلکہ بطور ایکسٹو صفدر کو فون کر کے اُس کے کام کو سراہا تھا۔

صفدر اس وقت تک دس غیر ملکیوں کو دیکھ چکا تھا اور اِن میں سے کوئی مشکوک نہیں تھا۔ ویٹر نے کافی کا بھاپ اڑاتا مگ صفدر کے سامنے آ کر رکھا تو ایک پل کے لئے وہ چونک اٹھا اور پھر اس نے مگ اٹھا کر منہ سے لگایا اور یونہی اس کی نظر سامنے لگی گئی تو وہ چونک اٹھا۔ سامنے ایک ٹیبل پر ایک نوجوان لڑکی ایک غیر ملکی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ لڑکی کے متعلق صفدر جانتا تھا کہ وہ ایک ہوٹل میں رقاصہ تھی لیکن اس کے چونکنے کا سبب وہ غیر ملکی تھا۔ پہلی ہی نظر میں صفدر نے اُس کے چہرے پر میک اپ کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے جلدی سے کافی کے دو ایک لمبے گھونٹ بھرے اور پھر تیزی سے اٹھ کر واش رومز کی طرف بڑھ گیا۔ ایک خالی باتھ روم میں جا کر اُس نے واچ ٹرانسمیٹر پر کیپٹن شکیل کو کال کی اور اسے

کیفے الاسکا پہنچنے کا کہا۔ اور پھر جا کر اپنی میز پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے ویٹر اس کی غیر موجودگی میں برتن اٹھا لے گیا تھا۔ صفدر نے ایک طرف کھڑے ویٹر کو اشارے سے پاس بلایا اور اسے ایک کافی مزید کا آرڈر دیا۔ اسی وقت صفدر نے کیپٹن شکیل کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا تو اس نے اسے نامحسوس انداز میں غیر ملکی کی طرف اشارہ کیا۔ کیپٹن شکیل سر ہلاتے ہوئے ادھر ہی ایک میز خالی دیکھ کر بیٹھ گیا۔ ادھر ویٹر نے کافی کا مگ صفدر کے سامنے رکھ دیا۔ صفدر اب مطمئن انداز میں ہلکے ہلکے سپ بھرنے لگا۔ اچانک رقاصہ اور غیر ملکی اٹھ کھڑے ہوئے مگر صفدر یونہی کافی کے سپ لیتا رہا۔ کیپٹن شکیل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر اُن کے پیچھے ہی نکل گیا۔ کافی ختم کر کے صفدر اٹھ کھڑا ہوا اور کاؤنٹر پر جا کر بل پے کیا اور پھر باہر پارکنگ میں آ گیا اور چند ہی لمحوں میں اس کی کار سڑک پر رواں دواں

تھی ۔ اس نے کیپٹن شکیل سے ایک بار پھر رابطہ کیا اور لوکیشن دریافت کی ۔ اور پھر اس کی کار تیز رفتاری سے ایک طرف بڑھتی چلی گئی ۔ جلد ہی وہ شہر کے مضافات کو جانے والی سڑک پر آچکا تھا ۔ رش نہ ہونے کی وجہ سے اس کی گاڑی اپنی پوری رفتار سے رواں دواں تھی اور جلد ہی اُس نے کیپٹن شکیل کی گاڑی دیکھ لی جو مناسب رفتار سے جا رہی تھی ۔ صفدر نے ایک بار پھر واچ ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ کیا اور پھر جلد ہی اس کی کار کیپٹن شکیل کی کار کے آگے آگئی تھی اور اب صفدر نیلے رنگ کی سیڈان کے پیچھے تھا ۔ کیپٹن شکیل کی کار ایک موڑ پر مڑ چکی تھی ۔ سیڈان اس وقت مال روڈ پر آچکی تھی اور پھر ایک سڑک پر سیڈان ایک گلی میں اتر گئی صفدر گاڑی سیدھا ہی لے گیا اور گلی کے سامنے سے گزرتے گزرتے اس نے سیڈان کو ایک کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا ۔ کچھ آگے جا

کر صفدر نے ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک لی اور اسے ایک طرف بنی پارکنگ میں پارک کر کے کیپٹن شکیل سے رابطہ کرنے لگا اور رابطہ ہونے پر اسے چند ہدایات دیں اور کار سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ اسی گلی کی طرف تھا۔ گلی میں داخل ہوتے وقت اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر آ گئی۔ کیپٹن شکیل ایک کھوکھے پر کھڑا سگریٹ سلگاتے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صفدر نے نامحسوس انداز میں سر ہلاتے ہوئے گلی میں داخل ہو گیا تھا۔ جلد ہی وہ اس کوٹھی کے سامنے سے گزر رہا تھا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ساتھ والی کوٹھی کے باہر ' خالی ہے ' کا بورڈ لٹک رہا تھا۔ اس نے تیزی سے آس پاس دیکھا اور کسی کو نہ پا کر بندروں کی سی پھرتی سے اچھل کر کوٹھی میں کود چکا تھا۔ وہ دبے پاؤں دوڑتا ہوا ایک طرف بنی

سیڑھیوں کی جانب بڑھا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ ساتھ والی کوٹھی کی چھت پر موجود تھا۔ اس نے نہایت احتیاط سے نیچے جھانکا۔ کوٹھی کا صحن ویران تھا۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا سیڑھیوں پر آیا اور پھر کسی کو نہ پا کر سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ صحن بالکل خالی تھا۔ وہ بڑا چوکنا ہو کر برآمدے میں آیا اور پھر اُس کے کانوں میں ایک ہلکی سی آواز آئی اور وہ پھرتی سے ایک طرف پڑے مصنوعی پھولوں والے گلدان کے پیچھے دبک گیا۔ وہی رقاصہ کوٹھی سے باہر جا رہی تھی۔ غیر ملکی اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ شاید اندر ہی تھا۔ صفدر نے واچ ٹرانسمیٹر پر کیپٹن شکیل سے رابطہ کیا اور اسے رقاصہ کا تعاقب کرنے کے لئے کہا اور پھر کال ختم کرنے کے بعد دبے دبے قدموں سے راہداری میں بنے کمروں کی طرف بڑھا۔ ایک کمرے سے اسے باتوں کی آواز سنائی دی تو وہ اس کمرے کے دروازے کے

قریب جا کر کھڑا ہو گیا اور اندر سے آتی آوازوں کو سننے کی کوشش کرنے لگا۔

ہیلو باس نمبر فور بات کر رہا ہوں۔ میں درالحکومت میں پہنچ کر لیزا سے رابطہ کر چکا ہوں یس باس ایک کوٹھی ہے مال روڈ کی اور اس وقت یہاں میں اکیلا ہی ہوں۔

صفدر نے آواز سنی جو شاید اُس غیر ملکی کی تھی۔

یس باس۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ آواز آئی۔

باس زارنوف کارل اور منگوڈاکب پہنچیں گے۔

یہاں اس بار لہجہ سوالیہ تھا اور پھر جلد ہی اسکی آواز دوبارہ سنائی دی

سوری باس۔ لیزا کہہ گئی ہے کہ وہ کل تک وزارت خارجہ کے ایک آدمی سے

تفضیلات لے کر مجھے بتا دے گی۔

یس باس۔ ٹھیک ہے باس میں احتیاط کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ صفدر دبے پاؤں چلتا ہوا واپس چھت پر آ گیا۔ اور عین اسی وقت کوٹھی کی بیل بج اٹھی اور صفدر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ بروقت چھت پر آ گیا تھا۔ اسی وقت اس نے اُس غیر ملکی کو دروازہ کھولتے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ ایک آدمی کو آتے دیکھا جو حلیے سے گھریلو کام کاج کرنے والا لگتا تھا۔ صفدر نے ایک طرف ہو کر واچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے رابطہ کیا اور اُسے تفصیل سے رپورٹ دینے لگا اور پھر عمران نے اسے نگرانی کرنے کی ہدایات دیں اور رابطہ منقطع کر دیا۔

****

جوانا اس وقت سرخ رنگ کی مرسیڈیز میں سوار یونہی سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ نہ جانے آج اُس کے من میں کیا سمائی کہ اس نے سرخ مرسیڈیز کو پہلے تو خوب اچھی طرح واش کیا اور پھر اپنے مخصوص لباس میں تیار ہو کر سیدھا جوزف کی طرف بڑھا جو بڑے انہماک سے اس کی تیاری کو دیکھ رہا تھا۔

پرنس جوزف کیا آج میرے ساتھ شہر کی خاک چھانے گا۔؟

جوانا نے بڑے موڈ میں جوزف کو دعوت دیتے ہوئے کہا تو جوزف بے اختیار ہنس پڑا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔

یہ کام صرف ماسٹر جوانا کو ہی زیب دیتا ہے۔ میں یہاں رانا ہاؤس میں ہی رہنا پسند کروں گا۔ ایسا نہ ہو باس کو ہماری ضرورت پڑ جائے یا وہ ادھر آ جائیں اور ہم دونوں غائب ہوں۔

ہُم یہ بات بھی ٹھیک ہے ۔ ویسے ماسٹر نے پچھلے ایک ماہ سے ہم سے رابطہ نہیں کیا تو آج کیوں آئے گا ۔

جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ اور یوں وہ آج رانا ہاؤس سے نکل آیا تھا ۔ اس وقت اس کی کار شہر کے ایک بارونق سڑک پر رواں دواں تھی ۔ کچھ دیر بعد اُس کی کار ایک عظیم الشان کیفے کے سامنے رک گئی تھی جہاں ایک طرف لگے سائن بورڈ پر ملٹی کلر لائٹنگ سے مالا بار جگمگا رہا تھا ۔ کار سے نکلتے ہی ایک پارکنگ بوائے اس کی طرف بڑھا اور ایک کارڈ جوانا کی طرف بڑھا دیا جوانا نے کارڈ لے کر کار کی چابی اُسے تھما دی اور اندر کی طرف بڑھ گیا ۔ وہ پہلے بھی کئی بار اِس کیفے میں آتا جاتا رہا تھا سو وہ مین ہال میں ایک طرف اپنے مخصوص میز کی طرف بڑھتا چلا گیا اور کافی کا آرڈر دیا ۔ جلد ہی اُس کی میز پر کافی سرو کر دی گئی اور وہ آہستہ آہستہ

کافی سے لطف اندوز ہونے لگا۔ ابھی اُس نے کافی کا پہلا گھونٹ ہی بھرا تھا کہ اُس کے کانوں میں ایک حیرت سے بھرپور آواز گونج اٹھی اور جوانا یہ آواز سن کر اچھل پڑا۔

ارے ماسٹر جوانا تم یہاں اس ایشیائی ملک میں۔

ایک لمبے قد کا غیر ملکی جوانا کے سامنے کھڑا تھا اور اُس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات بہت واضح تھے۔

تم کارل یہاں میں نے تو سنا تھا کہ تمہارا کورٹ مارشل ہو گیا تھا لیکن تم تو مجھے زندہ نظر آ رہے ہو۔

جوانا کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔

اوہ کارل نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر جلدی سے جوانا کا ہاتھ پکڑ کر لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر چند منٹ بعد وہ دونوں ایک کمرے میں موجود تھے۔

کیا بات ہے بہت محتاط نظر آ رہے ہو اور یہاں کیا کسی مشن پر آئے ہو۔

جوانا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے سُنا تھا تم نے یہاں کسی نواب کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔

کارل نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

ہاں رانا تھور علی صندوقچی یہاں کے ایک بہت بڑے نواب ہیں اور وہ یہاں رہتے بھی نہیں اور ان کے ایک محل رانا ہاؤس میں میری رہائش ہے۔

تو ماسٹر کلرز کا جوانا اب یہاں ایک ایشیائی کی ملازمت کر رہا ہے بہت عجیب بات

ہے ۔ وہ جوانا جو ایکریما کے بڑے بڑے لارڈز کو منہ نہیں لگاتا تھا اب ایک ایشیائی کی ملازمت کرتے بہت عجیب محسوس ہوتا ہے ۔

کارل نے ایک طرف بنی الماری سے ایک بڑی سی بوتل نکالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دو گلاس بھی تھے ۔

میرے لئے گلاس مت بنانا ۔

جوانا نے سنجیدگی سے کہا ۔

اوہ سوری میں بھول گیا تھا کہ ماسٹر جوانا گلاس نہیں بلکہ بوتلوں کے کریٹ پی جاتا ہے ۔

کارل نے مسکراتے ہوئے گلاس واپس الماری میں رکھتے ہوئے ایک اور بوتل

اٹھائی۔

میں نے شراب نوشی چھوڑ دی ہے۔

جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جوانا شراب چھوڑ دے۔ کہیں تم ان ایشیائیوں کے ساتھ رہتے رہتے ایشیائی تو نہیں بن گئے۔

کارل نے اس بار نہایت حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم یہاں کیسے ؟

جوانا نے اس بار بور لہجے میں پوچھا۔

میں یہاں ایک مشن پر آیا تو ہوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھی اس مشن میں کام

دے سکتا ہوں ۔

کارل نے اس بار پر اسرار لہجے میں کہا ۔

کارل تم جانتے ہو میں چھوٹے موٹے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالتا ہاں اگر بڑا کام ہوا تو میں تمہارا ساتھ دوں گا ۔

جوانا نے اس بار دلچسپی لینے والے انداز میں کہا ۔

اس کا دِل اس وقت بلیوں اچھلنے لگا تھا ۔ اُسے پتہ تھا کہ کارل ضرور کسی اہم مشن پر ہی پاکیشیا آیا ہو گا کیونکہ جس وقت وہ ماسٹر کلرز میں تھا تو راشیل نے ایک بار ممبرز میٹنگ میں کارل کو تنظیم میں شامل کرنے کی بات کی تھی لیکن مادام برتھا نے اور البرٹ نے مخالفت کی تو یہ بات آئی گئی ہو گئی تھی ۔ اس کے بعد جوانا کو کارل کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے فوج جوائن کر لی ہے اور اس کے بعد

ماسٹر کلرز عمران کی موت کا مشن لے کر پاکیشیا آئی تو اپنے انجام کو پہنچی ۔ پھر ایک مشن کے دوران جوانا ایکریمیا گیا تو ایک کلب میں اس کی ملاقات اپنے کسی دوست سے ہوئی اور باتوں باتوں میں کارل سے متعلق بات چیت چل نکلی اور جوانا کو علم ہوا کہ کارل نے بہادرستان پر ایکریمی فوج کے قبضے کے دوران ایک بار مشتعل ہو کر اپنے ہی چھیالیس فوجیوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا ۔ اور کارل نے اُسے ساری تفصیل بتا دی اور آخر میں کہنے لگا ۔

اب میرے ذمے تین ٹارگٹ ہیں صوبائی درالحکومت کے دو اہم تاریخی مقامات جہاں ہر وقت سیاحوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ایکس کلب جو ڈیفینس ایریا میں ہے اُس کی تباہی جبکہ باقی ممبرز کے ذمہ بھی اہم ٹارگٹس ہیں ۔

اوہ ۔

جوانا نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا۔

میں تو یہ کام نہیں کرتا ہاں ایک آدمی ہے جو یہ کام کر سکتا ہے۔

نہیں رہنے دو پھر میں کوئی اور ٹپ ڈھونڈلوں گا۔

کارل نے اس بار خشک لہجے میں جواب دیا۔

ٹھیک ہے۔ پھر میں چلتا ہوں

جوانا نے بھی اس بار اُسی انداز میں جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اوکے بائے۔ جوانا نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور کارل نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ اور پھر اڑتا ہوا پیچھے دیوار سے جا ٹکرایا۔ جوانا نے ہاتھ کے ساتھ ہی ایک فلائنگ ککک بھی رسید کر دی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک لیکر سی نمودار ہوئی

اوہ۔۔۔۔ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔ تمہاری اتنی جرات ہو گئی۔۔۔ تت۔۔۔ تم جو مجھے دیکھ کر راستہ بدل لیتے تھے۔

اس نے ایک طرف تھوکتے ہوئے غرا کر کہا۔

راستہ میں اس لیے بدل لیتا تھا کہ کہیں تم جیسا معمولی غنڈا میرے ہاتھوں بے وجہ نہ مارا جائے۔

جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کے ساتھ ہی کارل اچھل کر تیر کی سی تیزی سے جوانا کی طرف بڑھا۔ جوانا نے جھکائی دی مگر آخری لمحات میں اس کی گردن کارل کے ہاتھوں میں آ گئی اور اس نے فضا میں ہی جھٹکا مر کر جوانا کو اٹھا پھینکنا چاہا مگر زوردار جھٹکے سے جوانا تو خیر کیا اچھلتا وہ خود ہوا میں ہچکولہ لے کر رہ گیا مگر پھر اس نے قدم زمین پر لگتے ہی

اپنا گھٹنا جوانا کی ریڑھ کی ہڈی پر دے مارا اور جوانا کہ منہ سے خرخراہٹ کی آواز نکلی اور وہ ایک بار اس کے ہاتھوں میں ہی کمان کی طرف مڑا اور پھر زمین پر اوندھا گر پڑا۔

کارل نے اسے چھوڑ دیا اور پھر بھیڑیئے کی طرح دانت نکوستا ہوا بولا۔

بس اتنی ہی اوقات ہے ۔

اوقات تو میں نے تمہیں ابھی دکھائی ہی نہیں کارل ۔ یہ تو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں دم خم بھی ہے نہیں ۔ ایکریمیا میں جوانا کے بعد کوئی مائی کا لعل پیدا بھی نہیں ہوا۔

جوانا نے لڑکھڑا کر اٹھتے ہوئے کہا ۔ اب وہ بھی چوکنا ہو گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کارل اتنا آسان شکار نہیں ہو سکتا ۔ اچانک کارل فضا میں اڑتا ہوا جوانا کی طرف

بڑھا اور جوانا پھرتی سے ایک سائیڈ پر ہوا مگر پھر اڑتا ہوا اسی دیوار سے جا ٹکرایا جس سے پہلے کارل ٹکرایا تھا۔ اور پھر وہ بھی اچھل کر کھڑا ہوا گیا۔ اب اُس کی آنکھوں میں بھی کینہ توزی چھلکنے لگی تھی۔ کارل نے بہت عمدہ داؤ کھیلا تھا۔ اُس نے جب جوانا کی طرف چھلانگ لگائی اور جوانا ایک سائیڈ پر ہوا تو کارل نے جوانا کے قریب سے گزرتے ہوئے اپنی ایک ٹانگ اُس کی کمر پر رسید کر دی تھی اور جوانا جس کا جسم ابھی ہوا میں ہی تھی خود کو بچا نہ سکا اور اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

ہونہہ۔۔ تو تم نے بھی دو چار داؤ سیکھ لیے کارل۔۔

جوانا نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا اور بجلی کی سی تیزی سے کارل کی طرف بڑھا اور اس بار کارل کے ستارے گردش میں آ گئے تھے۔ کارل نے ایک سائیڈ پر

ہونا چاہا تھا لیکن جوانا ادھ راستے ہی اپنا رخ بدل چکا تھا اور کارل جیسے ہی سیدھا ہوا جوانا کا مُکا پوری قوت سے اُس کے چہرے پر دائیں طرف سے لگا اور وہ بائیں طرف گرنے ہی والا تھا کہ جوانا نے اُسی رفتار سے بائیں طرف خود کو جھُکا دیا اور پھر جوانا نے اُسے کاندھے پر اٹھاتے ہی ایک زوردار جھٹکا مارا اور کارل اڑتا ہوا دھم کی آواز کے ساتھ سامنے دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ اُس کے منہ اور ناک سے خون نکلنے لگا تھا۔ جوانا نے تیزی سے آگے بڑھ کر اُس کی نبض چیک کی اور پھر مطمئن ہو کر کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ چند لمحے بعد وہ ایک رسی سے کارل کے ہاتھ پاؤں باندھ چکا تھا ور پھر اس نے کارل کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل کر گیلری میں آ گیا۔ کمرے ساؤنڈ پروف تھے

اس لئے اتنی ہلچل کے بعد بھی گیلری ویران پڑی تھی ۔ جوانا اطمینان سے فائر ڈور سے ہوتا ہوا ہوٹل مالا بار سے سے باہر نکلتا چلا گیا ۔ پچھلی طرف ایک چوکیدار تھا لیکن جوانا کے سپیشل پولیس کہنے سے وہ ایک طرف ہٹتا چلا گیا ۔ کچھ دیر بعد جوانا رانا ہاؤس کے پھاٹک کے سامنے ہارن دے رہا تھا جوزف نے پھاٹک کھولا اور جوانا کار اندر لیتا گیا اور پھر جوزف نے حیرانی سے جوانا کو دیکھا جس کے کندھے پر کارل تھا ۔ ایک کمرے میں اُس نے کارل کو لٹایا اور جوزف کے ساتھ اس کی مرہم پٹی کرنے لگا اور پھر ایک سرنج نکال کر اسے انجکشن لگایا اور جوزف کو تفصیل بتانے لگا ۔ پھر جوزف نے عمران کو فون کرنے کے لئے ریسیور اٹھا لیا ۔

****

عمران اس وقت دانش منزل میں بیٹھ کر ممبرز سے ملنے والی رپورٹس دیکھ رہا

تھا۔ رپورٹس دیکھنے کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور پھر اس کی سوچوں کا محور ہلکی سی بجنے والی بیپ کی آواز سن کر ٹوٹا۔ ٹرانسمیٹر پر نعمانی کی فریکوئنسی جگمگا رہی تھی۔

ایکسٹو۔

عمران نے مختصراً کہا۔

جناب نعمانی بات کر رہا ہوں۔ میں اس وقت ساحلی پٹی کے علاقے میں موجود ہوں اور یہاں لائٹ ہاؤس سے کود کر خودکشی کے والے ایک آدمی کی لاش ملی ہے۔

دوسری طرف سے نعمانی کی آواز سنائی دی۔

تو ٹھیک ہے مسجد میں جا کر اعلان کراؤ اور کفن دفن کے لیے چندہ اکٹھا کرو۔

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

جج۔۔۔جناب وہ لاش شکیل کی ہے۔شاہین لیبارٹری والے شکیل کی۔

دوسری طرف سے نعمانی کی بوکھلائی آواز گونجی۔

تم سے کتنی بار کہا ہے کہ کوئی بھی رپورٹ دینے کے لیے الفاظ اور وقت کا کم استعمال کیا کرو۔اور تم لوگ ہو کہ جب تک معمولی سی بات کو داستان نہ بتا دو تمہاری رپورٹ مکمل نہیں ہوتی۔

اس بار عمران نے سرد لہجے میں کہا

سوری سر۔۔۔آئیندہ ایسا نہیں ہوگا۔

ٹھیک ہے۔۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ واقعی خودکشی کا کیس ہے یا نہیں۔ مکمل تفصیلات حاصل کر کے دوبارہ کال کرو۔ صرف دو گھنٹوں میں مجھے رپورٹ چاہیے۔

ٹھیک ہے سر میں آپ کو دوبارا کال کر کے بتاتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

****

عمران اس وقت ہوٹل ذیشان کی پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے باہر نکلا تو پارکنگ بوائے دوڑتا ہوا آیا اور جلدی سے پارکنگ کارڈ عمران کو پکڑا کر پلٹنا ہی چاہتا تھا کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ جو بے دھیانی میں مڑ رہا تھا ایک

جھٹکا لگا اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

کک۔ کیا ہوا

عمران نے جان بوجھ کر ہکلاتے ہوئے کہا۔

صاحب میرا بازو۔

پارکنگ بوائے منہ پھاڑے عمران کو دیکھ رہا تھا جس نے ابھی تک اس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔ شاید آج تک کسی کار والے نے ایسا نہ کیا تھا۔

اوہ۔۔ اچھا عمران نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور بولا۔

سنو بھائی میں یہاں فلم دیکھنے نہیں آیا تم نے یہ ٹکٹ کیوں پکڑا دیا مجھے۔

فلم۔۔ ٹکٹ۔۔ کیا مطلب صاحب۔ یہ پارکنگ کارڈ ہے فلم کی ٹکٹ نہیں۔

پارکنگ بوائے نے اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا کہ آج اس کا واسہ کسی جھکی سے پڑ گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی وہ دوڑ کر پارکنگ سٹیڈ میں آنے والی نئی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کار کا دروازہ لاک کیا اور ہوٹل کی لابی کی طرف چل پڑا۔

آج وہ پہلی بار ہوٹل ذیشان آیا تھا۔ لابی کراس کر کے وہ ہال میں آیا اور چاروں طرف نظریں گھمانے لگا۔ اچانک اس کی آنکھوں میں چمک لہرائی اور وہ تیزی سے ہال کے کارنر میں موجود میز کی طرف میں بڑھنے لگا۔

اخاہ میرا دوست۔ میرا بھائی سوپر

اس نے زوردار آواز میں کہا اور پورا ہال چونک کر انہیں دیکھنے لگا

خاموشی سے کھانا کھاتا ہوا فیاض چونک اٹھا اور پھر عمران کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے غصہ آیا پھر اس نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا

آؤ بیٹھو عمران ۔ اور ایک ویٹر کو اشارہ کیا

اور اسے عمران کے لئے جلدی سے آرڈر دینے لگا اور عمران جو ویٹر کو کچھ کہنے ہی لگا تھا اور پھر مسکرا کے خاموش ہو گیا ۔ چند ہی منٹوں میں ویٹر نے کھانا سرو کر دیا اور عمران بھی خاموشی سے کھانا کھانے لگا ۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں کھانا کھا چکے تھے ۔ عمران کی طرف دیکھتے ہوئے فیاض بولا ۔

تمہیں پتہ ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے

ہاں جانتا ہوں۔

عمران نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا

کیا۔؟

فیاض نے حیرانگی سے کہا۔ اسے حیرت اس بات پر تھی کہ اس نے جس کام کے لئے اسے بلایا تھا وہ تو ابھی سر رحمٰن نے اسے سونپا تھا اور انٹیلی جنس میں اس کے بارے میں اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس لئے اس کی حیرانگی بجا تھی۔

یہی کہ تم نے مجھے کسی کام کے لئے بلایا ہے۔ اب تم نے صرف میری صورت دیکھنے کے لئے تو نہیں بلایا ہوگا۔ اور عمران کی بات سن کر فیاض بھی کھسیا کر

ہنس پڑا۔

سنو تمہارے ڈیڈی نے مجھے ایک کام سونپا ہے اور مجھے اس سلسلے میں تمہاری مدد درکار ہے۔

ہوں۔ بولو۔

عمران نے لاپرواہی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور فیاض نے ساری تفصیل اسے بتا دی ادھر عمران تو سیکرٹ ٹاپ کا نام سن کر ہی چونک اٹھا تھا لیکن جلد ہی اس کے چہرے پر دوبارہ بے پرواہی چھلکنے لگی تھی۔

کیا تم اس کے متعلق جانتے ہو؟

ہاں سنا ہے کہ یہ ایک دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث ایک تنظیم ہے اس

سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔

اوہ تو میرا اندازہ غلط نکلا میں سمجھا تم اس بارے میں کچھ جانتے ہو گے۔

عمران جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن فیاض کے منہ سے ایک کربناک چیخ کی آواز نکلی۔ عمران نے لاشعوری طور پر سر کو جھکایا اور ساتھ ہی فیاض کو بھی کرسی سے نیچے گرا دیا۔ اسی وقت ایک دوسرا دھماکہ ہوا لیکن عمران نے چونکہ اپنا سر بھی جھکا رکھا تھا اور فیاض کو بھی نیچے گرا چکا تھا اس لئے اس بار گولی کوئی نقصان نہ پہنچا سکی تھی اس کے ساتھ ہی عمران نے ایک آدمی کو بھاگ کر ہال کے دروازے کی طرف جاتے دیکھا۔ عمران اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن عین اس لمحے جب وہ آدمی ہال کے دروازے کے سامنے پہنچا ایک بار پھر ایک دھماکہ ہوا اور وہ آدمی نیچے گر پڑا اور

جب تک عمران اس کے قریب پہنچتا وہ دم توڑ چکا تھا۔ عمران نے باہر دیکھا تو بھگدڑ مچ چکی تھی اور اب مجرم کو دیکھنا بے سود تھا۔ عمران اس آدمی کی لاش کے قریب پہنچا اور اس کے چہرے کو ٹٹول کر دیکھا تو وہ ماسک میک اپ میں تھا۔ عمران کے لئے یہ ایک اجنبی چہرہ تھا۔ عمران نے موبائل نکال کی اس کی ایک تصویر لی اور اٹھ کر فیاض کی طرف بڑھ گیا جو ایک کان پر ہاتھ رکھے اب اٹھ رہا تھا۔ کون تھا فیاض نے ایک ہاتھ سے جیب سے رومال نکالتے ہوئے کہا

پتہ نہیں تم دیکھو شاید اسے جانتے ہو۔

عمران نے فیاض کے کان کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ گولی کان کو چھوتے ہوئے گزر گئی تھی۔

ہاں۔

فیاض نے سر ہلا کر کہا اور دونوں اس آدمی کی لاش کی طرف بڑھ گئے ۔ ہال اس وقت بالکل خالی ہو چکا تھا اور سوائے مینجر اور چند ویٹروں کے کوئی نہیں تھا ۔

یہ شاید مورکل بار سے تعلق رکھتا ہے میں نے اسے ادھر دیکھا تھا ۔

ٹھیک ہے تم ادھر جا کر اس کے بارے میں پوچھ گچھ کرو میں فلیٹ پر جا رہا ہوں ۔ اگر کچھ پتہ چلے تو مجھے بھی بتا دینا ۔ میں ذرا اس ایجنسی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرتا ہوں ۔

ٹھیک ہے ۔

اس کے ساتھ ہی عمران چل دیا جبکہ کیپٹن فیاض فون پر باتیں کرنے لگا ۔

****

یہ پاک ایران بارڈر تھا جہاں ایرانی کیمپ میں اس وقت چار افراد تھے جب کہ ان کے سامنے ایک ایرانی کیپٹن بیٹھا تھا جو کاغذات دیکھ رہا تھا۔

میجر شنکر آپ کا مشن کیا ہے۔

اچانک کیپٹن نے ایک شخص کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

کیپٹن آپ اپنا کام کریں جس کا آپ کو ہائی کمان نے حکم دیا ہے اور ہمیں اپنا کام کرنا ہے جس کا ہمیں ہائی کمان نے حکم دیا ہے۔

جسے میجر شنکر کہہ کر پُکارا گیا تھا اُس نے رعونت بھرے لہجے میں کہا تو کیپٹن نے اثبات میں سر ہلا دیا اور بولا۔

ٹھیک ہے میجر ہم پاکیشیائی رینجرز کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور آپ پہلے فائر

کے ٹھیک پانچ منٹ بعد پاکیشیائی بارڈر کراس کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی اس نے وائرلیس پر کال کر کے ہدایات دینا شروع کر دیں پھر رابطہ ختم ہونے پر ایک فوجی کو اشارہ کیا اور چاروں کافرستانیوں کو ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔ چاروں کافرستانی فوجی کے ساتھ جیسے ہی باہر نکلے کیپٹن نے تیزی سے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر رابطہ کرنے لگا۔ جلد ہی دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

ہیلو ہیلو کیپٹن ترمذی سپیکنگ ہیلو۔ اوور۔

یس۔۔ پرنس سپیکنگ۔ اوور۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔

پرنس میں نے چاروں کو بارڈر کراس کے لئے بھیج دیا ہے اور وہ اس وقت پاکیشیا کے ایک سرحدی قصبے بہادر آباد سے اینٹر ہوں گے ۔ اوور۔

ٹھیک ہے کیپٹن تمہارے اکاؤنٹ میں رقم بھیج دی گئی ہے ۔ اوکے اوور

اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا اور کیپٹن کے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے

ہیلو پرنس کالنگ اوور۔

عمران واچ ٹرانسمیٹر کو منہ سے لگا کر بار بار دہرانے لگا اور اس کی نظریں بدستور دوربین سے چمٹی ہوئی تھیں اور پھر دوسری طرف سے آواز آئی

یس صفدر اٹنڈنگ ۔ اوور۔

صفدر کار تمہاری طرف آ رہی ہے ۔ اس پر نظر رکھنا ۔ اوور۔

ٹھیک ہے ۔ اوور۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی ۔

اور عمران نے اوکے کہہ کر وائرلیس ایک طرف کھڑے جوزف کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس وقت پاکیشیا کے ایک سرحدی قصبے میں تھا ۔ اور اس وقت رات کی تاریکی نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا ۔ اسی وقت اس کے واچ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

اس نے جلدی سے کال ریسیو کی

ہیلو صفدر فرام دس سائیڈ۔ عمران صاحب وہ کیپٹن خاور کی طرف بڑھ رہی ہے ۔

اوور۔

ہاں میں دیکھ رہا ہوں ۔ ٹھیک ہے تم وہیں رہنا ۔ اوور۔

اور پھر عمران کیپٹن خاور کی فریکوئینسی سیٹ کرنے لگا ۔

یس خاور اٹنڈنگ ۔ اوور۔

خاور ایک کار تمہاری طرف آئی ہے ۔ اس پر نظر رکھنا ۔ اوور۔

عمران نے جلدی سے کہا

ٹھیک ہے ۔ اوور۔

عمران نے رابطہ ختم کیا اور تیزی سے پہاڑ کی چوٹی سے اترتا چلا گیا اور ایک طرف

اندھیرے میں کھڑی ایک فاکسی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فاکسی کے قریب ہی جوزف اٹن شن کھڑا تھا عمران کو آتے دیکھ کر تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ عمران نے بیٹھتے ہی کہا۔

چلو پوائنٹ نمبر تھری کی طرف۔

اور جوزف نے گاڑی بڑھا دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حصہ اول ختم شد

****

جوانا جس نے پہلے ہی ہلے میں سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹ کو زیر کر لیا مگر۔۔۔۔ وہ

کسی جال میں پھنس رہا ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا۔۔

رانا ہاؤس پہ سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹوں کا حملہ۔۔۔

وہ لمحہ۔۔ جب جوزف اور جوانا کو اپنی جان بچانے کے لیے ریڈرُوم میں پناہ لینا پڑی۔۔۔۔

سلیمان جس نے اپنی زندگی کا سب سے ہولناک تشدد برداشت کیا۔۔۔۔

وہ کون تھا جس نے سلیمان کی گرفت میں آئے سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹ کو چھڑایا۔۔۔

سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹ نے غصے میں آکر سلیمان پر کوڑوں کی بارش کر دی

جوزف اور جوانا جو آخر سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹوں کے ہتھے چڑھ گئے۔۔کیا وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو پائیں گے۔۔۔

تنویر جس نے ایک شخص کو ہوٹل میں بیٹھے دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا۔۔۔کون تھا۔

جوابی کاروائی میں تنویر مارا گیا۔۔۔کیا واقعی۔۔

صفدر جس نے کیپٹن شکیل کے ساتھ مل کر سیکرٹ ٹاپ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر دیا۔۔

ایکسٹو جب حرکت میں آیا تو۔۔۔۔

اس کے سارے ممبرز ایک ایک کر کے ختم ہوتے جا رہے تھے۔۔۔

آخری لمحات میں اس کے پاس جولیا رہ گئی کیا وہ بھی ختم ہوتی ہے یا۔۔۔۔ایک دلچسپ ترین صورتحال۔۔۔

عمران جس نے جان بلبی کی حالت میں اپنی زندگی کی سب سے خوفناک جنگ لڑی۔

ایکسٹو اور جولیا کی سیکرٹ ٹاپ کے ایجنٹوں سے دوبدو فائٹ۔۔ایک ایسی

فائٹ جس میں ہر لمحہ موت کا لمحہ بنتا جا رہا تھا۔۔

کرنل بالڈون کے ساتھ ٹائیگر کا خوفناک ٹکراؤ۔۔۔ٹائیگر جب موت کے یقینی جبڑوں میں پھنس گیا تو عمران بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔۔۔کیا عمران پاگل ہو چکا تھا۔ بالڈون جس نے عمران سے جسمانی فائٹ میں اسے ناکارہ کر دیا

۔۔۔حیرت انگیز صورتحال۔۔

وہ لمحہ جب جولیا عمران کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ کر خونخوار شیرنی کا روپ دھار گئی اور پھر کمرے میں ایک جسم کے چیتھڑے بکھرتے گئے۔۔۔

وہ کون تھا۔۔۔

****

یہ سب کچھ بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ۔ شکریہ ۔

پیش کش : بلیک زیرو

تحریر : ملک فرخ عرف فرخ کلیم